بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝

یعنی

تو اپنے رب کا ذکر اپنے دل میں اپنی زبان سے ڈر اور خوف کے ساتھ گڑگڑاتا ہوا صبح اور شام کر اور تو غافلوں میں سے مت ہو۔

تحذیر الانام عن وساوس مانعی القرأۃ خلف الامام

یعنی

مخلوق خدا کو مانعین قرأۃ خلف الامام کے خطرناک وساوس سے متنبہ کرنا ہے

حسب فرمائش صدر جمعیت تبلیغ اہلحدیث ہند رجسٹرڈ

مصنفہ حضرت شیخ الہند مولانا مولوی محمد عبدالجلیل صاحب محدث امیر جماعت

ملنے کا پتہ

صدر دفتر جمعیت تبلیغ اہلحدیث ہند مدرسہ دار الکتاب صدر بازار دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

جناب حضرت حافظ محمد یحییٰ تاجر بٹن قوم پنجابیان دہلی کا رسالہ سورہ فاتحہ خلف الامام کے متعلق آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ سوداگر صاحب نے بحث سے پہلے ذہن آزمائی فرما کر مجھ سے اس قسم کے سوالات بذریعہ پوسٹ کئے اس ناچیز نے نہایت حسن اسلوبی سے دنداں شکن جوابات آپ کو پہنچائے جن کے جوابات تو آج تک نہیں دیئے۔ کچھ دن کے بعد آپ کا یہ خیال خام رسالہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اگر کوئی غیور ہستی ہوتی تو قطعاً وہ۔ دیوثی کو ضرور ہی اپنا اولین فرض تصور کر لیتی مگر بالکل صحیح ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت آپ کو تو یہ حق تھا کہ ہمارے جوابات ہمیں دیتے مجھے تو یقین تھا کہ آپ تو ایک تاجر بٹن ہیں علم سے آپ کو دور کا بھی واسطہ نہیں یہ تو کیا دیتے مگر ان کے بڑے سے بڑے ذی علم کے بھی قدم نہ اٹھ سکتے لبفضلہ تعالیٰ آپ نے تو وہی بڑھیا کے لڑکے کی طرح لانسلم کا کلمہ رٹ رکھا ہے بھلا اس انسان سے کیا توقع جس کا شعار ہی لانسلم ہو۔ پانچ سواروں میں اپنا شمار کرانے کی آپ کو ایک حرص ہوئی اس پر آپ نے اونٹ پٹانگ خیال کو ٹریکٹ کی صورت میں ظاہر کیا۔ شیخ صاحب کو اس علمی ادارہ سے کیا واسطہ انہیں تو بٹن فروشی ہی میں سیاہ سفید کرتے رہنا تھا۔ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ بادی سیہ سپیدی اس علمی مرحلہ میں کس طرح چل سکیگی چونکہ آپ کو اس علمی کوچہ سے ہی کیا تعلق تھا۔ البتہ مؤلفین مصنفین کی صف میں شمار ہونیکی امنگ اور ہوس جو تھی اسنے آپ کی بے علمی بے خبری کا پورا پورا نقاب دور کرا دیا۔ شیخ صاحب کو میرا مشورہ ہے کہ آپ کا اس میدان میں قدم رکھنے کا کام نہیں اس میدان کو آپ اس کے شہسواروں کیلئے محفوظ چھوڑ ہی دیں میں آپ کا خیر خواہ خادم الاسلام ناچیز

عبدالجلیل سامرودی کان اللہ لہ
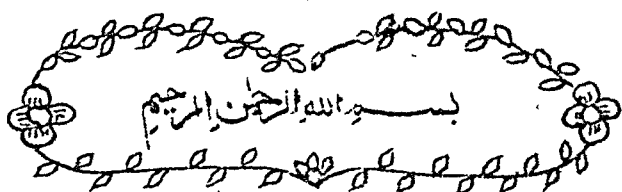
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحذیر الانام عن وساوس مانعی القراۃ خلف الامام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا وما کنا لنھتدی والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم اجمعین الیٰ یوم الدین اما بعد

ایک رسالہ سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے کے متعلق ایک متعصب مذہب حنفی فن تالیف وتصنیف سے نابلد نظر سے گذرا مولف نے امام اعظم کی تعریف وتوصیف ومدح سرائی سے بطور تمہید شروع کر کے بزعم خود سورۃ فاتحہ کے آیت واذا قرئی سے منسوخ ہونے کو ثابت کرنے کی انتہائی سعی کی بنا پر سات دلائل اہل حدیثوں کی طرف سے ذکر کر کے اس میں اپنی کج فہمی کی بنا پر معارضات ذکر کئے ۲۲ دلائل اپنے مذہب حنفیہ کے تحریر کر کے اخیر میں اپنا مولف کا نام ایسا اسلوب تحریر کیا ہے جو ایک عجیب اضحوکہ ضمن ہے آپ کے زرین الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

احقر بندہ ہوسا کم المسلمین - اہل قرآن - اہلحدیث - اہل امام محمد حسینی

عفی اللہ عنہ دہلی - یہ آپ کی لیاقت اور عصبیت کا کرتب ہے احقر بندہ
مبتدا اور بہو سماکم المسلمین خبر جیسے اہل قرآن اہل حدیث اہل امام خبر در خبر کہ
اس کا مطلب یہ ہوا کہ احقر بندہ وہی جو ہو سماکم المسلمین ہے یعنی خداوند
کریم آپ خداوند قدوس کو احقر بندہ فرما رہے ہیں ہو ضمیر اس کی تشریح آپنے
خود ترجمہ میں کردی ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم آگے چلئے اہل
قرآن اہل حدیث قرآن والا حدیث والا یہ تو اپنے محل پر درست ہے مگر
آپ کا اہل امام ہونا یہ کس بلا کا نام ہے آج تک کسی حنفی مذہب کے کسی
متعصب سے متعصب نے بھی اپنے آپ کو اہل امام نہ لکھا اور نہ کہا امام
کی طرف نسبت اہل امام کے لفظ سے کسی نے بھی بیان نہیں کی البتہ امام والا
لفظ امامیہ کا ترجمہ تو ضرور صحیح ہوجاتا ہے آپ کو تو ایک عام لفظ استعمال کرنا تھا ہیں
چاہیئے تھا اس لئے کہ روافض میں بھی تو امام والے لوگ ہیں اسوجہ سو ڈوئے
زمین میں امام ابو حنیفہ کے عقیدہ والے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں تاکہ
تمام دنیا بھر کے ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ سے ممتاز ہو جاویں مگر یحییٰ صاحب کی زندہ
دلی کو صد آفرین دنیا کی مثل ہے کہ نکام نسب ہی کو ہوتا ہے مگر منیجر کی صاحبہ
کو بھی ہوتا نظر آنے لگا اور مزید طرہ یہ کہ آپ اس نام کو اولی الامر منکم سے
استنباط فرمایا ہے۔ اور آپ لکھتے ہیں کہ اولی الامر امام ہیں ذرا آنکھیں کھولکر
اپنے مذہب کی کتاب خصوصًا درمختار و فتاوی شامی و تفسیر مدارک علامہ
نسفی وغیرہ کو دیکھیں آپ کو صاف اور واضح طور پر ملے گا کہ اولی الامر
سے مراد علماء ہیں امام کے معنی میرے علم میں تو کسی سے وارد نہیں میاں جیو

حنفی نے اپنی تفسیرات احمدیہ صفحہ ۱۶۸ میں ایک مسلک قیل المراد باولی الامر علماء الشرع یعنی بعضوں نے کہا اولی الامر سے مراد علماء شرع شریف ہیں مگر اس توجیہہ کی آپ تضعیف بیان کر کے قول فیصل یوں تحریر فرماتے ہیں دیکھو صفحہ ۱۶۹ والحق ان المراد بہ کل اولی الحکم صحیح بات تو یہ ہے کہ اس سے مراد کل حکم والے ہیں کسی کی خصوصیت اس میں نہیں اب ہم آپ کی تمہیدی مضمون کی طرف قدرے عنان توجہ منعطف کر کے پھر خدا نے چاہا نفس مضمون رسالہ پر قلم اٹھائیں گے انشاء اللہ آپ صفحہ ۴ میں بے چارے اہل حدیثوں پر ناحق الزام عائد کر رہے ہیں اور انھیں بدنام کرنے کی بے جا سعی فرماتے ہیں آپ تحریر فرماتے ہیں اکثر اہل حدیث حضرات امام اعظم کی شان میں وہ گستاخیاں اور توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس کے متعلق صرف اسی قدر کافی ہے کہ سبحانک ھذا بہتان عظیم ۔ اہل حدیث ہو کر امام اعظم کی شان میں گستاخانہ اور توہین آمیز کلمات ہرگز روا نہیں رکھ سکتا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا ہے الا تذکروا ھلکی کم الا بخیر (صحاح) یعنی تم اپنے مرے ہوئے کو برائی سے یاد مت کرو بلکہ بھلائی کے ساتھ انہیں یاد کیا کرو اہل حدیث امام ممدوح کے ساتھ رحمۃ اللہ ضرور کہتے ہیں کوئی لعنت اللہ کے لفظ کو استعمال نہیں کرتا اور نہ ہی سمجھتا ہے یہ اور بات ہے کہ کسی نے اپنے زعم فاسد میں یہ اصطلاح مقرر کر رکھی ہو کہ فلاں بات ان کی توہین ہے جیسے بریلوی حضرات

سنے دیوبندیوں کے متعلق اصطلاحیں معین کر رکھی ہیں کہ یہ لوگ یوں کہتے
ہیں کہ یہ لوگ یوں کہتے ہیں یوں کہتے ہیں حالانکہ بات نہ صحیح ہوتی ہے مگر
انھیں پبلک میں یوں ہی بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ حضور کی توہین کرتے
ہیں گالی دیتے ہیں یہی بات مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے ساتھ استعمال کرتے
ہیں مولانا یحییٰ صاحب آپ نے یہ ان سے کب کیا تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم مکہ میں لا الٰہ الا اللہ کی تبلیغ فرماتے اور کہتے کہ اترکوا اللات والعزیٰ
مکہ والے اسی کو گالی سمجھ لیا کرتے اور کہتے کہ محمد واللہ یسب الھتنا
خدا کی قسم محمدؐ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیتا ہے۔ فرمایئے حضور کیا واقعی
بقول مکہ والوں کے سچ مچ گالی ہی دیتے تھے سوچیئے اور گریبان میں منہ
ڈال کر ذرا خدا لگتی کہئے اور بیچارے اہل حدیثوں کو فضول بدنام نہ کیجئے

منہ تاڑ دیتیں ہم بتاتے ہوتے ہیں:: خدا ہی کے صدمے اٹھاتے ہوتے ہیں

آپ صفحہ ۹ میں فرماتے ہیں" غیرت مذہبی نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا سبحان اللہ
آپ کو غیرت ایمانی و غیرت دینی نے مجبور لکھنے پر نہیں کیا آپ کا فرمانا بجا
ہے جہاد اس میں شک نہیں کہ بہت بڑا درجہ رکھتا ہے کوئی حمیت کی بنا
پر لڑتا ہے کوئی جاہ و منزلت کے لئے کوئی کسی غرض سے کوئی کسی غرض سے
مگر من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ مولانا اپنے
تو قلم کو اسی حمیت میں اٹھایا ہے استعت قبلك فی سبیل اللہ تو
آپ کا قلم نہیں اٹھا عذا تعصب کا منہ کالا کرے آپ نے امام صاحب کی
مدح مرتبہ و علم کے متعلق محدثین رحمہم اللہ کے مقولے نقل فرماتے ہیں حضرت

مولانا ہمیں امام صاحب سے کسی قسم کی عداوت نہیں گنجیری بھنگیری وغیرہ تو نہیں کہتے اور نہ ہی ہم انکی شان میں ناروا کلمہ روا رکھتے ہیں اور نہ ہی انھیں فاسق فاجر یا بے دین کافر کہیں جن لوگوں نے حضرت امام رح اور دیگر ائمہ کو خدا کے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رتبے دے رکھے ہیں کیا ہم اس کا بھی دفعیہ نہ کریں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز اپنے فتاوی کے ص۱۲۰ میں تحریر فرماتے ہیں (ظاہر است کہ منصب عزب تکلیف و نصب شریعت مخصوص بخدا است و بے نص قاطع کسے را ایں منصب دادن شرک محض است نعوذ باللہ منہا یعنی شریعت کے قائم کرنے کا منصب تو خدا ہی کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص ہے اس منصب کو دوسرے سے وابستہ کرنا نعوذ باللہ خالص نتھرا ہوا شرک ہے اور ص۱۴۲ میں فرماتے ہیں (فی التحقیق اگر مقلدان مذہب تفحص کنند می یابند کہ ایں بلاد تقلید ایشان را بجائے کشیدہ کہ قول ہر یکے از احاد فقہا در مقابل حدیث می آرند و ترجیح مید ہند و ایں از ہمیں قبیل است کہ علما را بہ پیغمبری رسانیدہ شود بلکہ بخدائے یعنی اگر مذہبی تقلید کرنے والے مقلدین خوب تفتیش کریں اور ڈھونڈ بھال کریں تو انھیں ضرور یہ بات حاصل ہو جائے گی کہ اس تقلید کی آفت نے انھیں ایسی باتوں کی طرف کھینچ لیا ہے کہ ہر ایک افراد فقہا کی بات کو حدیث کے مقابلہ میں لے آتے ہیں اور ترجیح دیتے ہیں یہی تو علما کو پیغمبر بنانا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یعنی خدا بنانا ہے۔

مولانا یحییٰ صاحب اجیار قلب شاہ صاحب کے ارشاد گرامی سے کر لیں اور سر دلی سے گریبان میں منہ ڈال کر تعصب مذہبی کو نکال کر نظر کر کے خدا لگتی کہیں اعدلوا ھو اقرب للتقوی اہل حدیث اس گندگی کو کہ جسے ان کے نام نہاد معتقدوں نے ان کے سروں پہ تھوپ رکھا صابن لگا لگا کر دھوتے ہیں مگر نہ معلوم گندگی کس چیز سے ملوث ہے کہ چھوڑانے سے بھی چھوٹنے کا نام نہیں لیتی اور یہ دستور ہے کہ دوا پلانے والے کو مریض اپنا دشمن ہی سمجھتا ہے اگر وہ مریض نہ ہوتا اور کچھ اس کے حواس درست ہوتے تو اسے اپنا دشمن کیوں تصور کرتا۔ آپ نے بحوالہ ابن خلکان صفحہ ۵ امام صاحب کا چار صحابہ کو پانا بیان فرماتے ہیں مگر ہمیں اس میں کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہماری طرف سے اگر اس سے بھی زائد صحابہ کو پایا ہو تو اس سے یہ بات کسی حال میں بھی ثابت نہیں ہوتی کہ امام کا صحابہ کا زمانہ پانا یا صحابہ کو دیکھنا ان کی صداقت وحقانیت کا معیار قرار دیا جاوے کیا حضور اقدس کو دیکھنے والے ناحق پر نہ نکلے؟ تقدیر وغیرہ کی بدعتیں صحابہ کرام کے دیکھنے والے اور ان کے شاگردوں سے نہیں نکلیں اگر حضور کے دیکھنے والے صحابہ کرام کے دیکھنے والے واقعی سب ہی پر اہل حق ہونے کی ڈگری دے جائیں تو پھر دنیا میں کوئی ناحق پہ ہو ہی نہیں سکتا اللہ تعالیٰ نے تو صاف اور کھلے لفظوں میں فرما دیا ہے۔

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول اب تو

معیار صداقت کتاب و سنت ہی ہے جس کے بھی عمل اس کے موافق ہوں وہ اچھا اور جس کا عمل عقیدہ ان کے خلاف ہو وہ برا ہے اور بس انھیں دو کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے مولانا یجی برا نہ مانئے آپ کے مولانا محمود حسن دیوبندی نے تو آیت فردوہ الی اللہ والرسول کے ہمراہ بھی زیادہ کردیا ہے والی اُولی الامر (جس کا مطلب یہ ہوا کہ منازعت کے وقت خدا اور رسول کی طرف اور اولی الامر کی طرف رجوع کرو اگر آپ حافظ ہیں تو قرآن میں تو یہ جملہ اس آیت میں ہو تو ہمیں بھی تبایئے مولانا محمود حسن کی ایضاح الادلہ اٹھا کر دیکھئے کیا یہ تعصب مذہبی کا نتیجہ اور کرتب نہیں اور حبک الشئی یعمی ویصم کچھ اور ہے آپ اہل حق کے دعوے دار ہیں فرمایئے ایمان سے خدا لگتی کہ یہ کفر کا کام ہے یا ایمان کا خدا کے کلام میں ایک حرف عمداً بڑھانے اور گھٹانے والے کی شان میں حنفی مذہب کیا فتویٰ دیتا ہے اور اپنے جی میں انصاف کریں آپ صفحہ یاں لکھتے ہیں" ۔

ہر اہل حدیث خواہ مرد ہو یا عورت یا بچہ مرتے ہیں سب فقہ ابو حنیفہ پر چونکہ نبی اکرم ؐ نے فرمایا ہے جو قریب المرگ ہو اس کا منہ قبلہ رخ کردو حدیث کے الفاظ یہ ہیں اور سیدنا امام اعظم نے فرمایا ہے جو قریب المرگ ہو اس کا منہ قبلہ رخ کردو اور اس کو چت لٹادو تاکہ اسکی روح آسانی سے نکل جائے" مولانا آپ کو تو اپنے مذہب ہی کی خبر نہیں آپ کو اتنی خبر نہیں کہ چت لٹانا امام صاحب کا مذہب ہے یا کسی دوسرے

اگر ہدایہ ہی کسی سے پڑھوا لیتے تو اس درجہ آپ کی علمیت کو دھبہ نہ لگتا سنئے ہدایہ میں جنائز کے اول میں شروع کیا ہے اذا احتضر الرجل وجہ الی القبلۃ علی شقہ الایمن والمختار فی بلادنا الاستلقاء الی ان حال ولاول ھو السنۃ جب آدمی کو موت قریب آجاوے تو اسے قبلہ کی طرف داہنی کروٹ کر دیں اور ہمارے شہروں میں تو لوگوں کا عمل چیت کا ہے اس پہ آگے چل کر گویا اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پہلا طریقہ تو اہل سنت کا ہے۔ بحر الرائق میں ہے وانما یوجہ الی القبلۃ علی یمینہ لانہ السنۃ المنقولۃ قریب المرگ کو داہنی کروٹ قبلہ رخ کر دیا جاوے اس لئے کہ یہی سنت ہے جو منقول ہو فتاوی عالمگیری میں ہے وھو السنۃ وھو الافضل یہی سنت ہے اور یہی افضل ہے کبیری شرح منیۃ المصلی ص ۳۲ میں ہے والسنۃ ان یکون علی شقہ الایمن کما ھو السنۃ فی النوم داہنی کروٹ کرنا سنت ہے جس طرح لیٹنے میں داہنی کروٹ لیٹنا سنت ہے چت لٹانا امام صاحب کا مذہب نہیں بلکہ پچھلے لوگوں کا ہے یہ فرمائیے آپ امام صاحب کے مقلد ہیں یا غیر کے امام صاحب اور امام صاحب کے تمام شاگردوں کا تو مذہب داہنی کروٹ کا ہے آپ نے امام صاحب کے مذہب کو کیوں اختیار نہیں کیا چت لٹانا امام صاحب کا مذہب ہرگز نہیں یہ کتابیں موجود ہیں آپ کے مذہب کی ہیں بھی تو امام صاحب

ا سے نکلوا کر اگر خود میں نکالنے کی طاقت نہیں تو بتا دیں تب ہم آپ کی بہادری اور اہل امام ہونے کی داد دیں گے ورنہ وہی آلو کی ترکاری جو پہلے تھی اب بھی ہے اچھا اب آپ یوں کہئے کہ چپت لٹانا غلط ہے سنت نہیں ہے اور امام صاحب کا مذہب بھی نہیں ہے۔

تو ہم کہتے ہیں طبقہ عوام اہل حدیث کا عمل قابل تحسین نہیں غلط ہے رسمی طریقہ پہ عمل ہے اور یہ آپ لوگوں کی نحوست میں رہنے کا ثمرہ نتیجہ ہے مثل ہے برانا بلیں کہ اونٹ کو گدھے کے پاس باندھیں گے تو وہ بھونکے گا تو نہیں مگر سر تو ضرور نیچا کرنا سیکھ لے گا۔ اہل اسلام میں اکثر رسومات ہنود میں رہنے سے ان کے یہاں کی آگھسی ہے مگر جو برا ہے وہ برا ہی ہے اور جو اچھا ہے تو وہ اچھا ہی ہے آپ آئندہ سے امام صاحب کو بدنام نہ کرنا اور اب اپنے شعروں کی ایمانداری سے اصلاح کر دیں "سپردم بتو مایہ خویش را"

امام صاحب کی ہستی ایک نہایت بزرگ ہستی تھی ہمیں ان کی بزرگی سے اختلاف نہیں اور نہ ہی کسی محدث کو ان کے زہد اور تقوی پر اعتراض ہے ان کے فقیہ ہونے میں بھی کلام کسی کو نہیں امام صاحب کے مشہور معروف شاگردوں نے اپنے بزرگ امام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے ان کی ہی زبانی نمونہ مشتے از خروارے اس جگہ ہم پیش کرتے ہیں اس لئے کہ تا ذکی کنند سے اس کے شاگرد خوب واقف ہوتے ہیں۔ امام صاحب کے مشہور شاگرد حضرت عبداللہ بن المبارک جن کی آپ صہ ۱۲ میں تعریف

فرما چکے ہیں وہ کیا کیا اپنے محترم استاذ کی شان میں واضح فرماتے ہیں
مروذی سے ملاحظہ فرمائیں آپ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ یتیما فی
الحدیث امام صاحب ابوحنیفہ حدیث میں یتیم تھے دیکھو تاریخ بغدادی
صفحہ ۴۱۵ ج ۱۳ قیام اللیل محمد بن نصر مروذی کے صفحہ ۱۲۳ میں ایک روایت ہے کہ
اقطن نے امام صاحب کا زمنا بیان کیا یعنی حدیث میں اپاہج تھے حسین
بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن المبارک پر گواہی دیتا ہوں اگر جھوٹ
کہوں تو خداوند کریم مجھ سے اس کا محاسبہ لے مجھ سے انھوں نے کہا
اے حسین قد ترکت کل شیئی رویتہ عن ابی حنیفۃ فاستغفر اللہ
واتوب الیہ میں نے جس قدر ابوحنیفہ سے روایت کی تھی سب کو چھوڑ
دیا اور خدا سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں دیکھو تاریخ بغدادی صفحہ ۴۰۲ ج ۱۳
حمیدی فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن مبارک سے سنا آپ فرماتے تھے
کتبت عن ابی حنیفۃ اربع مائۃ حدیث اذا رجعت الی العراق
ان شاء اللہ محوتہا یعنی میں نے امام ابوحنیفہ سے چار سو حدیثیں لکھی ہیں جب
میں عراق جاؤں گا اپنے وطن تو خدا نے چاہا انھیں مٹا دوں گا دیکھو
تاریخ بغدادی صفحہ ۴۱۴ ج ۱۳ حسن بن ربیع کہتے ہیں کہ ابن المبارک نے قبل
ان یموت بایام یسیرۃ آپ نے مرنے سے چند یوم پہلے ابوحنیفہ کی حدیثوں
پر لکیر پھیر دی دیکھو تاریخ بغدادی صفحہ ۴۱۴ ج ۱۳ اسلمہ بن سلیمان کہتے ہیں ایک
آدمی نے ابن المبارک سے پوچھا کہ ابوحنیفہ کان عالما قال ما کان بخلیق
لذالک کہ عالم تھے کہا کہ اس کے وہ لائق نہ تھے دیکھو تاریخ بغدادی صفحہ ۴۰۶

ج ۱۳ علی بن اسد سے مروی ہے کہ میں نے ابن المبارک سے کہا کان الناس یقولون انک تذہب الی قول ابی حنیفۃ قال لیس کل مایقول الناس یصیبون فیہ قد کنا ناتیہ زمانا ونحن لا نعرفہ فلما عرفناہ ترکناہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کرتے ہیں کہنے لگے لوگوں کی سب باتیں صحیح نہیں ہوا کرتیں اصل بات یہ ہے کہ ہم ان کے پاس آتے جاتے رہے ایک زمانہ تک جب تک ہم بے خبر تھے ان کی حقیقت سے جب ہم نے انھیں پہچان لیا تو پھر ہم نے ان کو چھوڑ دیا دیکھو مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی فتح الملہم کا مقدمہ ص۱۷ امام صاحب کے دوسرے شاگرد رشید حضرت در شرح مسلم وکیع بن الجراح کے ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمائیں جو بایں الفاظ مرقوم ہیں۔

آپ فرماتے ہیں وجدت اباحنیفہ خالف مائتی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میں نے امام ابوحنیفہ کو دو سو حدیثوں کے خلاف کرتے پایا دیکھو مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی فتح الملہم شرح مسلم کا مقدمہ ص۱۷ اور تاریخ بغدادی ص۳۹ ج ۱۳ اجامع ترمذی باب ماجاء فی اشعار البدن ص۱۱۱ ج ا میں ہے۔

وکیع بن الجراح اس حدیث (اشعر الهدی) کو بیان فرماتے تو یہ بھی ساتھ ہی ارشاد فرماتے کہ اس مسئلہ میں رائے والوں کی بات کی طرف مت دھیان دینا اس لیے کہ اشعار کرنا حضور کی سنت ہے اور ان کا کہنا بدعت ہے ابوالسائب کہتے ہیں ہم حضرت وکیع کے پاس تھے انھوں نے

رائے پر چلنے والے (حنفی) سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے
اور ابو حنیفہ کہتے ہیں یہ مثلہ ہے وہ آدمی رائی کا دلدادہ کہنے لگا حضور وہ
تو اپنی طرف سے نہیں کہتے البتہ ابراہیم نخعی سے پہنچا ہے کہ وہ اسے
مثلہ کہتے تھے ابو السائب کہتے ہیں میں نے وکیع کو دیکھا بہت ہی غصہ
میں بھر گئے اور فرمانے لگے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اور تو کہتا ہے ابراہیم نخعی یوں کہتا ہے تو اس قابل
ہے کہ تجھے جیل میں بند کر دیا جاوے پھر جیل سے جب تک اس بات سے
توبہ نہ کرے نکالا ہی نہ جاوے۔ یہ ہیں حقیقی معنوں میں امام صاحب کے
شاگرد جن پر حنفیہ کو اس پر زبردست ناز ہے اور ان کی وجہ سے صحاح والوں کو
امام صاحب کے شاگرد در شاگرد گنا کر فخر کرتے ہیں شاید یہی وجہ معلوم
ہوتی ہے کہ امام صاحب کے شاگرد رشید موصوف و مشہور امام محمد اور
ابو یوسف بے شمار جگہوں میں اپنے استاد کی نہیں سنتے بلکہ امام محمد
تو صاف کہہ دیتے ہیں ہم امام کی بات کو نہیں لیتے۔ بلکہ وہ خود ہی کتاب
الحجہ وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ نعوذ من قول ابی حنیفہ و ابراہیم
ہم زمین کی روئیدگی کی زکوٰۃ میں امام ابو حنیفہ اور ابراہیم نخعی کا قول نہیں
لیتے امام محمد کا اپنے استاد سے خلاف کرنا ایک نہیں اتنی جگہ میں آیا
ہے کہ شمار محال ہو ان کی مؤطا اس پر شاہد ہے جگہ جگہ در کتاب الآثار میں ایسی بہت
جگہ ضرورت ہو تو مجھے ان مقامات کے صفحات معلوم کر سکتے ہیں
نظیر کی غرض سے اس جگہ چھوڑتا ہوں اب تذکرے سے ...

کے منصفانہ کلام امام ممدوح کے متعلق نمونہ مشت از خروارے ملاحظہ ہوں۔

حضرت یحییٰ بن سعید القطان جن کی مدح جناب والا نے ص۱ میں کی ہے۔

علی بن المدینی کہتے ہیں یحییٰ بن سعید القطان کے سامنے ان کے پاس ابو حنیفہ کا تذکرہ آیا کہ ان کی حدیث کیسی ہے جواب میں فرمایا وہ تو صاحب حدیث ہی نہ تھے دیکھو تاریخ بغداد ص۴۱۶ ج۱۳ یحییٰ بن معین سے کسی نے ابو حنیفہ کے متعلق دریافت کیا جواب دیا کہ کان یضعف فی الحدیث وہ حدیث میں ضعیف تھے یعقوب ابن شیبہ کہتے تھے ابو حنیفہ نعمان بن ثابت صدوق ضعیف الحدیث سچے تھے حدیث میں ضعیف تھے دیکھو دونوں باتیں تاریخ بغداد ص۴۲۰ ج۱۳ امام مسلم فرماتے ہیں ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت صاحب الرائے مضطرب الحدیث لیس لہ کبیر حدیث صحیح ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رائے قیاس والے مضطرب الحدیث ہیں ان کے پاس کوئی زیادہ صحیح حدیثیں نہ تھیں دیکھو تاریخ بغداد ص۴۲۱ ج۱۳ امام علی بن المدینی سے عبید نے ابو حنیفہ کے متعلق دریافت کیا جواب میں ضعیف جدا بہت ہی ضعیف بتایا دیکھو تاریخ بغدادی ص۴۲۱ ج۱۳ ابو حفص عمرو بن علی نے کہا لیس بالحافظ مضطرب الحدیث واہی الحدیث وصاحبہ ہوی حافظ حدیث نہیں تھے بلکہ مضطرب الحدیث بودی حدیث والے تھے دیکھو تاریخ بغداد ص۴۲۱ ج۱۳ امام نسائی نے فرمایا لیس بالقوی فی الحدیث حدیث میں قوی نہ تھے دیکھو تاریخ بغداد ص۴۲۱ ج۱۳ یحییٰ بن معین کہتے ابو حنیفہ عندنا من اہل الصدق ابو حنیفہ ہمارے نزدیک اہل صدق سے ہیں جھوٹے

تو ہمین الخان فی حدیثہ ما فی حدیث الشیوخ یعنی ان کی حدیثوں میں وہی
باتیں ہیں جو شیوخ کی حدیثوں میں ہوا کرتا ہے مقریٰ کہتے ہیں میں نے
یحییٰ بن معین سے ابوحنیفہ کے متعلق دریافت کیا جواباً عرض کیا کہ و لیس
کان عند ابی حنیفۃ من الحدیث حتی تسال عنہ ان کے پاس حدیث
ہی کون سی تھی جو تم مجھے ان کی حدیثوں کے متعلق دریافت کرتے ہو دیکھو تاریخ
بغداد صفحہ ۴۱۶ ج ۱۳ امام احمد بن حنبل سے ان کے لڑکے عبداللہ نے ابوحنیفہ
کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ کی حدیث ضعیف ہیں ان کی رائی بھی
ضعیف ہے امام نسائی کتاب الطبقات کے صفحہ ۵۷ میں لکھتے ہیں (یہ کتاب
آگرہ میں المنفرد والوحدان کے ہمراہ ۱۳۲۲ھ میں طبع ہوئی ہے) ابوحنیفہ
لیس بالقوی فی الحدیث وھو کثیر الغلط والخطأ علی قلۃ روایتہ
ابوحنیفہ حدیث میں قوی نہیں غلطی اور خطا بہت کرتا۔ اسوجہ سے حدیثیں بھی
بھی ان کی کم تھیں امام بخاری رحمہ اللہ ضعفار کبیر میں فرماتے ہیں (یہ حیدرآباد
کے مکتبہ آصفیہ میں موجود ہے اور ان کی تاریخ کبیر میں بھی ہے جو حال میں
چھپی ہے)

سکتوا عن رایہ وعن حدیثہ ان کی رائی اور حدیث سے لوگوں
نے خاموشی اختیار کی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر جامع بیان العلم والے اپنی
تمہید شرح موطا امام مالک میں فرماتے ہیں من کان لہ امام کی حدیث پر
لم یسندہ غیر ابی حنیفۃ وھو سیئ الحفظ عند اھل الحدیث من
اس کو مرفوع صرف امام ابوحنیفہ ہی نے کیا ہے اور یہ سیئ الحفظ تھے

حدیث میں یعنی ان کا حافظہ ٹھیک نہ تھا دار قطنی صـ۱۲۳ میں امام ابو حنیفہ کو ضعیف بتایا ہے امام ذہبی نے بھی ضعیف بتایا ہے۔ امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ ضعفہ النسائی من جہۃ حفظہ و ابن عدی و آخرون یعنی امام نسائی ابن عدی اور دوسروں نے امام ابو حنیفہ کو حافظہ کی طرف سے ضعیف بتایا ہے مجھے کہنے دیجئے کہ محدثین کا جرح کرنا بزرگ ہستیوں میں طعن اور غیبت نہیں محض تحفظ ناموس شریعت محمدیہ ہے۔ امام ترمذی علل صـ۲۳ ج ۲ میں (یہ علل صغیر ہے جو جامع ترمذی کے ہمراہ لاحق ہے) فرماتے ہیں بے حساب آئمہ نے تابعین اور غیر تابعین سے ادمیوں میں کلام کیا اور انہیں ضعیف بتایا اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے حملھم علی ذالک عندنا واللہ اعلم النصیحۃ للمسلمین لا یظن بہم انہم ارادوا الطعن علی الناس والغیبۃ الی ان قال فاراد ھولاء الائمۃ ان یبینوا احوالھم شفقۃ علی الدین و تثبتا۔ وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس پر ہمارے علم کے موجب آگے خدا ہی کو زیادہ علم ہے۔ امادہ کیا ہے مسلمانوں کی خیر خواہی۔ سے نے ان لوگوں کے ساتھ طعن دینے اور غیبت کا تو وہم بھی نہیں کیا جا سکتا ان ائمہ نے دین پر ترس و رحم کھایا تاکہ اس کی مضبوطی میں فرق نہ آوے۔ آگے چل کر امام ترمذی صـ۲۲ ج ۲ میں فرماتے ہیں۔ وقد تکلم بعض اھل الحدیث فی قوم من اجلۃ اھل العلم وضعفوھم من قبل حفظھم ووثقھم آخرون من الائمۃ بجلالتھم و صدقھم

یعنی اس میں شک نہیں کہ بعض ائمہ اہل حدیث نے بڑی بڑی ذی علم ہستیوں
میں کلام ضرور کیا ہے اور انھیں ضعیف بھی بتایا ہے حافظہ کی بناء پر اور
دوسروں نے ان کی ثقاہت ظاہر کی ان کی بزرگی اور ان کی صداقت کو
ملحوظ رکھتے ہوئے امام صاحب صدوق اور ثقہ اور زاہد عابد پرہیزگار سب
کچھ تھے مگر روایت کا معاملہ ہی کچھ اور ہے یہ اوصاف ضعیف ہونے کو مانع
نہیں آدمی میں یہ دونوں برابر جمع ہو سکتے ہیں۔ امام صاحب میں جن محدثوں
نے ضعف بیان کیا ہے وہ محض حافظہ ہی کی بناء پر اور کسی بناء پر نہیں اور
نہ ہی کسی نے ان کی جلالت شان پر حرف گیری کی میرے علم میں علامہ کمال
ابن الھمام مجتہد العصر مذہب حنفیہ کے ذمہ دار فتح القدیر شرح ہدایہ کے صفحہ ۳۵۱
ج ا کتاب الصوم میں لکھتے ہیں لا تعارض بین کلامیھما اے ضعیف
صدوق اذ الصدق لا ینفی سائر وجوہ الضعف یعنی صدوق اور ضعیف ان دونوں
میں تعارض نہیں اس لئے کہ لفظ صدوق کا کل اور تمامی وجوہات ضعف
کی نفی نہیں کرتا مگر ہمارے بعض متعصب حنفیہ نے تعصب کی بنا پر محدثین ہی
پر لب کشائی کر لی عینی نے لکھ دیا کہ دارقطنی کا کیا حق ہے کہ وہ امام صاحب
کو ضعیف بتائے یہ خود ضعیف ہونے کے لائق ہے فرمائیے جب امام صاحب
کی ملت سے زیادہ عزت کرنے والی ہستی اور وہ بھی مسلم الثبوت یحییٰ بن معین یحییٰ بن سعید القطان
وغیرہ کا تقدم امام صاحب کے حافظہ کی بنا پر ضعیف کہہ چکے تھے تو اس بیچارے
دارقطنی نے کون سا قصور کیا تھا مگر خدا تعصب کا منہ کالا کرے امام غزالیؒ نے اپنی
کتاب احیائے علوم الدین صفحہ ۳۵ ج ۴ میں لکھا ہے کان الرجل قد یجاوز بہ

حبه لصاحب مذهبه حد العشق فيحمله ذالك على ان ينفق جميع ماله في نصرة مذهبه والذب عنه ويخاطر بروحه في قتال من يطعن في امامه ومتبوعه فكم من دم اريقه في نصرة ارباب المذاهب
یعنی آدمی کبھی اپنے مذہبی پیشوا کی محبت میں عشق کی محبت تک پہنچ جاتا ہے یہ محبت اسے اس کے مذہب کی امداد و اس کی طرف سے مدافعت میں اس کے کل مال کے خرچ کر دینے پر ابھارتی ہے اور اس کے جی میں اس طعن کرنے والے کے قتل تک کرنے کا خیال آجاتا ہے۔ دنیا میں بے شمار اس مذہبی نصرت کی مد میں خوں ریزی ہوئی ہے میں مولینا یحیی صاحب سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے بوجوہ مذکورہ میں قلم اٹھانے کی لکھی ہے وہ یہی تو نہیں؟ برا نہ مانیں بات طول پکڑ رہی ہے اصل مقصد پر آتا ہوں وقت نہیں اختصار کا خیال ہے ورنہ اس کے لئے تو ایک دفتر کی ضرورت ہے یہاں اتنا یاد رکھئے کہ راوی کا ضعیف ہونا راوی کی جلالت شان میں حائل نہیں ہو سکتی صحیح مسلم شریف کے مقدمہ میں بھی نظر ڈال لیں اس میں صاف ہے کہ مسجد نبوی میں اتنے سے زاید بزرگ عابدوں اور زاہدوں کی ہستیاں موجود تھیں مگر وہ حدیث روایت کرنے کے لائق نہ تھے اور یہ بھی مقولہ مشہور ہے کہ لکل فن رجال ہر فن کا آدمی خدا نے ضرور بنایا ہے اس میں شک نہیں کہ امام صاحب کو فقہ اور رائے میں ضرور کمال تھا جو دوسروں کو نہ تھا۔ امام صاحب نے اصل بات پوچھو تو علم حدیث پر توجہ ہی نہیں ڈالی تھی امام صاحب کی تعلیمی لائف کو شبلی نعمانی نے لکھا ہے اور طحطاوی شرح درمختار میں امام صاحب نے تیس برس کی عمر تک

تو علمی مشغلہ میں قدم ہی نہیں رکھا تھا تجارت میں لگے تھے ہر چیز کا وقت ہوتا ہے اس فن تعلیمی کا بھی حسب قضا و قدر ٹائم آیا تو آپ نے قرأت تجوید و حصول علم حدیث وغیرہ کے حصول و نتائج پر غور و خوض کرتے ہوئے ان سب کو ترک کرتے ہوئے صرف رائے پر آپ کی رائے آکر ٹھیری گو سنالہ میں آپ نے اس کڑی کا پہلا دور شروع کر کے کمال حاصل کیا۔ اس میں کمال کا کسی کو انکار نہیں رہا علم کتاب و سنت تو ان میں انھیں امام مالک سے کمال زاید نہ تھا آپ کی تاریخ ابن خلکان میں ملاحظہ ہو امام محمد امام صاحب کے شاگرد رشید نے حلفیہ انصاف سے جب ان سے پوچھا گیا تو صاف طور پر اقرار کیا کہ امام مالک زیادہ واقف کار ہیں ہمارے امام صاحب سے۔ یہ سوالات امام شافعیؒ نے کئے تھے امام محمدؒ سے یہ باتیں تاریخ بغدادی میں بھی ہیں مگر ہمارے مولنا گو تو طحاوی سے ضرور تشفی ہو جاوے گی۔ اس میں دیکھ کر پھر انھیں اجازت ہے مرضی میں آوے وہ فرمائیں۔ مولنا ایک بات رہ گئی آپ نے صد۱۲ میں لکھا ہے "امام اوزاعی نے امام صاحب کو سند بھی دی" تاریخ بغدادی صد۲۹۵ میں ملاحظہ کر لیں امام اوزاعی فرماتے ہیں ما ولد فی الاسلام اضر علی الاسلام من ابی حنیفۃ یعنی اسلام میں کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوا کہ اس کی ذات سے اسلام کو ضرر پہنچا ہو ابو حنیفہ سے بڑھ کر حماد رحؒ نے جو آپ کے استاد تھے بھی اسی طرح فرمایا سفیان ثوری رحؒ نے بھی اسی طرح فرمایا۔ اسی صفحہ میں امام اوزاعی سے منقول ہے کہ جب امام ابو حنیفہ کا انتقال ہوا امام اوزاعی کو خبر ان کے مرنے کی ہوئی تو کہنے لگے الحمد للہ ان کان ینقض

اسلام عروۃ عروۃ خدا کا شکر ہے اسی کو حمد سزاوار ہے ابو حنیفہ اسلام کی کڑی
کڑی کو توڑتا تھا۔ یہ بھی ایک سند امام اوزاعی ہی کی ہے۔ نہ معلوم یہ باتیں
ان بزرگوں کی زبانی کیوں صادر ہوئیں۔ اس کا علم تو خدا ہی کو ہونا چاہئے
مگر بظاہر تو یہ بات معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ان کے خاص الخاص شاگرد
رشید حضرت وکیع بن الجراح فرماتے ہیں وجدنا اباحنیفۃ خالف مائتی حدیث۔
ہم نے ابو حنیفہ کو پایا دو سو حدیثوں کے خلاف کرتے ہوئے۔ یوسف
بن اسباط کہتے ہیں رد ابو حنیفۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعمائۃ
حدیث او اکثر یعنی ابو حنیفہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار سو سے
زاید حدیثوں کو رد کر دیا پھر ان میں سے چند کو سوال کرنے پر بتا بھی دیا۔ دیکھو
تاریخ بغدادی صفحہ ۳۹۰ ج ۱۳۔ حماد بن سلمہ امام صاحب کے استاذ یوں کہتے
ہیں ان اباحنیفۃ استقبل الآثار والسنن فردھا برأیہ ابو حنیفہ نے
آثار اور احادیث نبویہ کو اپنی رائے کے سامنے رد کر دیا۔ مولینا برا ماننے کی
بات نہیں یہ تو حقیقت ہے کہ جس کا اظہار کیا گیا ہے انھیں عداوت اور حسد
سے کیا تعلق؟ یہ لوگ تو امام صاحب کی تعریف بھی کرنے والوں میں سے ہیں
یہ ان کا انصاف ہے تعریف کے قابل انسان ہیں جو بات ہو اس کی تعریف
بھی کرنی اور جو نقص ہو اس کا بیان بھی کر دینا۔ اسی کا نام ہے انصاف۔ ارشاد
خداوندی ہے اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ آمدم برسر مطلب مولینا یحییٰ صاحب نے
آگے اس کے اصل مطلب کی طرف عنان قلم کو موڑا ہے۔ آپ کی سرخی قابل تحسین
ہے علام قرأۃ خلف الامام فاتحہ والسلام لیلی جاۓ" عربی کی بھی خدرسے ٹانگ

توڑی گئی ہے مگر ہمیں لفظی بحث میں پڑنے سے فائدہ نہیں اس میں تضیع اوقات کے علاوہ کچھ نہیں۔ غالباً آپ کی ہستی علمی مشغلہ سے قدرے بے بہرہ ضرور ہے۔ آپ کی تمہید ملاحظہ ہو آپ لکھتے ہیں "صفحہ ۱۳ احناف اور اہلحدیث کے مابین اختلافات پیدائش سے لے کر موت تک ہے" یہ آپ کی ذہنیت ہے مولینا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں النافع الکبیر صفحہ ۹۹ میں انهما خالفا اباحنیفه فی ثلثی مذهبه یعنی امام محمد اور امام ابویوسف نے امام ابوحنیفہ کے دو تہائی مذہب کی مخالفت کی ہے۔ مولینا فرمائیے یہ کچھ کم مخالفت ہوئی۔ بارہا امام محمد فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں ہم اسے نہیں لیتے۔ موطا کتاب الاثار اور الحج وغیرہ سردلی سے ملاحظہ فرمائیں۔ کسی نے سچ کہا ہے رمتنی بدائها وانسلت اپنی بیماری میرے سر تھوپ علحدہ ہو گئی۔ یہ تو بڑے مزے کی بات ہے مولینا آپ تو امام صاحب کے خلاف نہیں کریں گے لیجئے سنئے قران مجید کی قرآۃ انما یخشی الله من عباده العلماء لفظ اللہ کو زبر اور علماء کے ہمزہ کو پیش اور یہی سب جگہ پڑھا جاتا ہے۔ مولوی اشرف علی اور دیگر علماء تجوید حنفیہ نے لکھا ہے کہ لفظ اللہ کو پیش اور علماء کے ہمزہ کو زبر پڑھنے سے کفر لازم آتا ہے۔ یہ ان کا لکھنا صحیح یا غلط، اگر صحیح ہے تو آگے چلئے۔ آپ کے امام ابوحنیفہ لفظ اللہ کو پیش اور علماء کے ہمزہ کو زبر پڑھتے تھے دیکھو مسند خوارزمی وغیرہ اس میں صاف واضح طور پر لکھا ہے کہ امام صاحب اللہ کے لفظ کو پیش پڑھتے تھے اور علماء کے ہمزہ کو زبر۔ ایمان داری سے فرمائیے اور انصاف سے کہئے اور دیکھئے فتاویٰ قاضی خاں میں امام العقیدہ امام ابومنصور

(ماتریدی کہ جن پر حنفیوں کے عقیدوں کا دار و مدار ہے۔ اس لئے حنفی سب
ماتریدی کہلاتے ہیں اور دوسرے مذہب والے اشعری کہلاتے ہیں) سے
ہے کہ انھوں نے کہا کہ جو شخص یہ کہے کہ میں نے خدا کو خواب میں دیکھا وہ بت
پرست سے زیادہ خراب ہے۔ درمختار مشہور حنفی مذہب کی کتاب ہے اس
میں صاف لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے خدا کو سو بار خواب میں دیکھا۔ مولینا
ٹھنڈے دل سے گریبان میں منہ ڈال خدا لگتی فرمائیں۔ نفسانیت اور عصبیت
کو ایک طرف رکھ دیں الانصاف خیر الاوصاف۔ اب کہیئے یہ اختلاف کس
میں ہے کسی نے سچ کہا ہے" بد اچھا بدنام برا" شیر کو کون کہے کہ تیرے منہ سے
بو آتی ہے۔ غریب کی جورو سب کی بھابھی۔ خیر اب مولینا یحیٰ صاحب کی اصل
بات سنئے آپ صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں" احناف کے نزدیک خلف الامام قرأۃ
فاتحہ بحکم باری تعالیٰ آیت سورہ اعراف منسوخ ہو گئی" مولینا ناظر حسن دیوبندی
حنفی جو آپ کے بھی مسلم الثبوت ہیں انھوں نے سورہ فاتحہ کے رد میں ایک
کتاب بنام الفرقان لکھی ہے۔ آپ اس کے صفحہ ۸۹ میں یوں رقم طراز ہیں کہ
اس موقع پر پہنچ کر سخت تعجب ہے کہ بہت سے اکابر علماء جو علوم دینیہ میں بحر
ذخار تھے اور ان کی کفش برداری ہم جیسے قاصر النظروں کے لئے مایۂ ناز ہے
کیوں اس امر کے پیچھے پڑے کہ اسی آیت سے نماز جہری میں قرأۃ مقتدی منسوخ
ہوئی اور اسی آیت سے سری میں پہلے کا نسخ استمعوا لہ ہے اور ثانی کا نسخ
وانصتوا سے ہے پھر اس دعوے کے ثبوت میں مناسبات عقلیہ اور اوضاع لغویہ
سے کام لیا گیا جو اکثر مخدوش ہیں۔ جو اس امر کا مدعی ہو کہ اس آیت سے جہری و

سری نماز میں قرأت مقتدی منسوخ ہوئی ہے۔ اس کے ذمے یہ امر لازم ہے کہ
پہلے اس کا ثبوت پیش کرے کہ وقت نزول آیت پانچوں نماز فرض ہو چکی تھیں
اور ان میں سری وجہری کی تفریق ہو چکی تھی۔۔۔۔ کیونکہ امر منسوخ پہلے سے
رائج ہونا ضروری ہے اور ناسخ کے لئے اس سے موخر ہونا لابدی ہے۔ سو ہم
پوچھتے ہیں کہ وہ کون سی احادیث مرفوعہ یا آثار مقبولہ ہیں جن سے پتہ چلے کہ یہ آیت
بعد افتراض صلوات خمسہ نازل ہوئی ہے اگر یہ ثابت ہو جائے تو آیت مذکورہ کو
ناسخ قرات مقتدی خواہ جہرا ہو خواہ سرا قرار دے سکتے ہیں اگرچہ پھر بھی انصتوا
سے مقتدی کی سری قرآت کا منسوخ ہونا محل تامل رہے گا۔ مولینا عبدالحی لکھنوی
امام الکلام صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں لا یخفی ان الاستدلال بالآیۃ علی وجوب السکوت
مطلقا باطل۔۔۔۔ آیت سے مطلقاً سکوت کے وجوب پر استدلال کرنا
باطل ہے ص ۲۰۰ میں فرماتے ہیں اما الاستدلال بھا علی وجوب الانصات
مطلقا سرا کانت او جہریۃ فی حالۃ السکتۃ وفی حال القراءۃ
فغیر تام الاثبات و دلالت رکیکۃ
لا یقبلھا ذو الفھم التام یعنی آیت سے چپ رہنے پر مطلقاً دلیل بنانا خواہ
سری ہو یا جہری کے سننے اور پڑھنے کے اوقات میں پوری نہیں اتر سکتی
بلا تاویل جہر جہری کے جنھیں پوری سمجھ والے تو قبول نہیں کریں گے۔ اب ایک
بات اور سن لیں حنفیہ کے نزدیک قرأت کی فرضیت قرآنی حکم سے ثابت ہے۔
اور وہ آیت فاقرءوا ما تیسر من القرآن اس سے تمام اقسام کے مصلیوں پر
قرأت کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ اور آیت و اذا قری القرآن چپ رہنے کو

کہتی ہے دونوں میں خاص تعارض ہے حنفی مذہب کے اصول میں لکھا ہے کہ جب دو آیتوں میں تعارض ہو تو دونوں ہی دلیل کے قابل نہیں حدیث کی طرف مراجعت کرنا پڑے گی۔ دیکھو نور الانوار صہ ۱۹۱ وحکمہا بین الاٰیتین المصیر الی السنۃ لان الاٰیتین اذا تعارضتا تساقطتا فلابد للعمل من المصیر الی ما بعدہٗ وھو السنۃ مثالہ قولہ فاقرؤا ما تیسر من القراٰن مع قولہ واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا فان الاول بعمومہ یوجب القراءۃ علی المقتدی والثانی بخصوصہ ینفیہ وقد وردا فی الصلوٰۃ جمیعا فتساقطتا فیصار الی الحدیث بعدہ یعنی جب دو آیتوں میں تعارض واقع ہو تو حکم اس کا یہ ہے کہ حدیث کی طرف رجوع کیا جاوے۔ اس لئے کہ جب دو آیتیں باہم متعارض ہوں تو دونوں ہی حجت سے گر جاتی ہیں اس کی مثال فاقرؤا ما تیسر من القراٰن یہ اپنے عموم کی بنا پر مقتدی کو بھی قرأت کا حکم دیتی ہے اور دوسری بالخصوص منع کرتی ہے اور دونوں ہی نماز کے بارے میں وارد ہیں لہذا دونوں ہی حجت سے گر گئیں حجت اور دلیل پکڑنے کے لائق نہیں رہیں اب حدیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا توضیح تلویح صفحہ ۱۴۵ میں بھی انھیں دونوں آیتوں کو تمثیل میں پیش کرکے حدیث کی طرف رجوع کرنے کو واضح کیا ہے۔ ملاحظہ ہو بابُ المعارضۃ والترجیح یہ ہے حنفیہ کے اصول کا فیصلہ۔ پھر کیا مقام تعجب و صد افسوس نہیں کہ اپنے اصول سے خلاف کرکے تنکوں کا سہارا تلاش کرتے پھریں۔ اب حدیثوں کی طرف آتے ہیں۔ آیت تو حنفی مذہب کے اصول

کی بناء پر منسوخ کرنے کی طاقت رکھتی نہیں بیشک زوری کا تو علاج ہی نہیں۔ ہم نے آپ کے ہی مستند آدمیوں سے آپ پر واضح کردیا ہے آگے آپ کو اختیار ہے اور پھر آہستہ نمازوں کی قرآت تو اس آیت سے امام صاحب کے نزدیک بھی تو منع نہیں۔ امام صاحب تو صرف جہری نماز کی کی قرآت کو اس کا سبب نزول فرماتے ہیں۔ امام رازی اپنی تفسیر میں اس کے نزول کے متعلق کئی اقوال لکھتے ہیں منجملہ اس کے لکھتے ہیں والقول الثالث ان الاٰیۃ نزلت فی ترک الجہر بالقراۃ خلف الامام وراء الامام وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ یعنی تیسرا مذہب اس کے نزول میں یہ ہے کہ یہ آیت زور سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کا تو یہ ہی کہنا ہے۔ امام رازی کے کلام کی تائید اس سے بخوبی ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو امام الکلام صفحہ ۳۷ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں الثالث ان قراۃ الفاتحۃ مستحسنۃ ومستحبۃ فی السریۃ ومکروھۃ فی الجہریۃ فی روایۃ عن محمد کما ذکرہ صاحب الہدایۃ والذخیرۃ وغیرھما وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ کما ذکرہ الزاھدی فی المجتبی وھو الذی اختارہ ابو حفص شیخ التلیم کما ذکرہ بل جماعۃ من الحنیفۃ والصوفیۃ کما قال صاحب التفسیر الاحمدی فان ایت الطائفۃ الصوفیۃ والمشائخ الحنیفۃ تراھم یستحسنون قراۃ الفاتحۃ للموتم کما استحسنہ محمد ایضا احتیاطا فیما روی عنہ۔
حنفیہ کے کئی مسالک بیان کئے ہیں جس میں تیسرا مسلک یہ بیان کیا کہ سورۃ فاتحہ

کا سری نمازوں میں پڑھنا مستحسن اور مستحب ہے ہاں جہری میں مکروہ ہے
صاحب ہدایہ نے امام محمد سے روایت کی ہے اس کی بناء پر اور یہ ایک
روایت بھی آئی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے جیسا کہ زاہدی نے مجتبیٰ میں نقل
کی ہے اس کو ابوالحفص کبیر نے اور شیخ التعلیم نظام الدین ہروی نے بھی
اختیار کیا ہے بلکہ ایک حنفیہ اور صوفیہ کی جماعت نے بھی اختیار کیا ہے۔
جیسا کہ ملا جیون صاحب نور الانوار نے تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ
صوفیہ کرام اور مشائخ حنفیہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا مستحسن سمجھتے تھے۔
جیسا کہ امام محمد مستحسن اس کو سمجھتے تھے۔ علامہ عینی نے بھی بخاری کی شرح
میں سورہ فاتحہ کو صوفیہ کرام سے مستحسن بیان کیا ہے حضرت نظام الدین
اولیا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے دیکھو نزہت الخواطر صفحہ ۱۲۶
حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے
دیکھو نزہت الخواطر مطبوعہ حیدر آباد صفحہ ۲۹۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب بھی امام کے پیچھے سورہ
فاتحہ پڑھتے تھے۔ دیکھو انفاس العارفین مؤلفہ حضرت مولینا شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی۔ حضرت مولینا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس کتاب میں
فرماتے ہیں جو لوگ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے پر آیت واذا قرئ
القرآن کو استدلال میں پیش کرتے ہیں یہ ان کا استدلال ضعیف او
بودا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ آیت جہری نماز پر دلالت کر سکتی ہے۔
حضرت شاہ صاحب اپنی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں "اگر امام زور سے

پڑھتا ہو تو صرف اس کے سکتوں ہی میں پڑھے اور اگر امام آہستہ پڑھتا ہو تو مقتدی کو اختیار ہے۔ مگر مقتدی کو چاہیے کہ اس طرح پڑھے کہ امام کو تشویش میں نہ ڈال دے۔ ہیں نے ان کی عبارتیں طول کی وجہ سے نہیں تحریر کیں اگر دیکھنے ہی کا شوق ہو تو حوالہ جات مع صفحہ دریافت کرنے کی قدرے زحمت گوارہ فرمائیں۔ مؤلف یکی نے اولاً اپنے زعم و خیال سے نمبروار، سات حدیثیں اہل حدیث کی نیابت کرتے ہوئے بغرض اعتراض پیش کیں ۱ عبادہ بن صامت کی ۲ زہری کے طریق سے مسلم کی فصاعدا اور ۳ عمرو بن شعیب کی تقرعون خلفی قالوا نعم ۴ ابوہریرہؓ سے فاتحہ الکتاب وما زاد ۵ ابوہریرہؓ کی خداج والی ۶ امام بخاری کا قول امام کے سکتے ہیں ۷ علیؓ کی ظہر عصر کی پہلی میں فاتحہ اور سورت اور اخیر والی میں صرف فاتحہ۔ آپ ان کے ذکر سے پہلے بڑے زوروں میں لکھتے ہیں ” صفحہ ۱۳ حضرات اہل حدیث خلف الامام فاتحہ کی دلیل صحیح بخاری سے پیش کرتے اور میں بھی جزء القرات فاتحہ بخاری سے روایات درج کرتا ہوں۔ مولانا کی لیاقت کا پہلے اندازہ اور جائزہ لے لیں۔ انھیں کتاب کا نام بھی تو صحیح لینا نہیں آتا۔ خیر ہم ان سے بھی صحت کرنا پسند کرتے ہیں انھیں خود بتانا چاہیے۔ اب ان ساتوں کو لکھنے کے بعد بڑے ہی طمطراق سے لکھتے ہیں صفحہ ۱۵ ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں ” مذکورہ بالا ساتوں روایات کو بنظر غور دیکھا جائے تو وہ تمام متضاد ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ سب ایک دوسرے سے اختلاف کرتی ہیں۔ پھر آپ لکھتے ہیں حضرات اہل حدیث جو دعویٰ کرتے

ہیں کہ ہم عامل بالحدیث ہیں۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ ان سات روایات میں سے کس پر عمل کرتے ہیں پھر آپ فرماتے ہیں صفحہ ۱۴ میں "ان ساتوں متضاد روایتوں پر روشنی ڈالتا ہوں۔ پھر آپ نے روشنی ڈالنا شروع کیا۔ حضرات غور سے سنتے جاویں۔ ۱؎ میں آپ نے حضرت عبادہ کی روایت لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا ذکر کر کے دو روشنی ڈالی (۱) عبادہ کی روایت میں مقتدی کا ذکر نہیں (۲) اس روایت میں راوی عمر بن اسحٰق جو کہ مدلس ہیں اور مدلس کی روایت مقبول نہیں ہوتی ...... چونکہ حدیث ہذا میں ابن اسحٰق نے اپنے استاد مکحول سے عن کے ساتھ روایت کیا ہے" پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ آپ نے ابتدا میں لکھا تھا کہ اہل حدیث بخاری سے دلیل پیش کرتے ہیں۔ میں جزء القراۃ بخاری سے روایات درج کرتا ہوں اور پھر آپ نے الا صلاۃ تو بخاری ہی کی حدیث دلیل میں پیش کی ہے سچ ہے ع دروغ گو را حافظہ نباشد" اور پھر طرہ یہ کہ جس میں محمد بن اسحٰق کا نام و نشان نہیں۔ آپ اس کے راویوں میں عمر بن اسحٰق کی بجائے محمد اسحٰق لکھ رہے ہیں اور کلام محمد بن اسحٰق پر اور مکحول ان کے استاد پر ہوتا ہے۔ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا ماروں گھنٹہ پھوٹے آنکھ۔ عمر بن اسحٰق کوئی راوی نہیں اور لا صلوٰۃ میں محمد بن اسحٰق کا وجود نہیں۔ اگر ہے تو وہ حدیث ہی اور ہے جس میں صبح کی نماز کا ذکر ہے جس میں صاف وارد ہے انی اراکم تقرؤن خلف امامکم الخ بعد سلام حضور نے فرمایا میں نے تم کو اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہوئے

دیکھا ہے سب نے بیک زبان کہا ہاں اے خدا کے رسول۔ آپ نے
فرمایا کچھ مت پڑھا کرو سورۂ فاتحہ پڑھا کرو کہ اس کے بغیر نماز نہیں
ہوتی۔ اس میں مقتدیوں کا بھی ذکر ہے اور محمد بن اسحٰق بھی ہے یہ سنن کی
روایت بھی ہے اور محمد بن اسحاق کا عن سے روایت کرنا بھی ہے مگر مولینا کریلہ
اور نیم چڑھا۔ لاعلمی اور تصنیف اور حمیت مذہبی کا شوق۔ آپ کو اور
کتابوں سے کیا واسطہ آپ تو وہی دکان داری کیا کیجئے سنن دار قطنی
کے صفہ ۱۲۱ اور مسند احمد صفہ ۳۲۲ اور زیلعی کے نصب الرایہ صفہ ۲۳۱
ملاحظہ کریں کہ ابن محمد بن اسحٰق کا مکحول سے سماع صریح موجود ہے۔ زیلعی
میں ہے فصار الحدیث موصولا صحیحا ابن اسحٰق کی حدیث موصول اور
صحیح بھی ہو گئی۔ مولانا اب فرمایئے اب تو کوئی عیب نہیں رہا۔ اور لیجئے
مولینا عبدالحیٔ لکھنوی سعایہ شرح الشرح وقایہ صفہ ۳۰۲ میں لکھتے ہیں
وقد ثبت بحدیث عبادۃ وھو حدیث صحیح قوی السند امرہ صلی اللہ علیہ وسلم بقراءۃ
الفاتحۃ للمقتدی عبادہ کی حدیث صحیح ہے اور سند کی رو سے بھی
قوی ہے۔ اس سے حضورؐ کا حکم کرنا مقتدیوں کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ ثابت
ہو گیا۔ مرقات شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے امام بیہقی سے اس حدیث
عبادہ کا صحیح ہونا بیان کیا ہے اسنادہ حسن و رجالہ ثقات امام بیہقی کی کتاب
القرأت کے صفہ ۴۸ میں بخاری والی عبادہ کی حدیث میں یہ فاتحۃ الکتاب
کے بعد لفظ خلف الامام وارد ہے اور اس کو صحیح بھی ثابت کیا ہے
اب آپ کا یہ کہنا کہ عبادہ کی روایت میں مقتدی کا ذکر نہیں۔ ایں سخن

لیں اور یاد رکھیں کہ یہ بھی ہے اور وہ بھی صحیح ۔اب تو صحیح اور حسن اور
جید الاسناد بھی اور پایہ ثبوت کو پہنچ گیا اور مقتدی کا بھی ذکر آ گیا۔ آپ
کا خیال خام ہی رہا۔ کسی نے بالکل صحیح کہا ہے ۔ ع ہم الٹے بات الٹی
یار الٹا واسدا الموافق۔ ع۲ پر آپ کی روشنی۔ آپ فرماتے ہیں کہ فاتحہ
پڑھنے کے ساتھ فصاعدا فرمایا ہے ۔ یہ روایت اہل حدیثوں کے خلاف
ہے کس پر عمل کرے۔ پھر آپ فصاعدا کی تشریح یا معنی اس طرح کرتے ہیں
یعنی فاتحہ اس کے علاوہ بھی پڑھا جاوے ۔اب غور سے سنئے لفظ فصاعدا
میں علمائے محدثین نے جو کچھ کلام کیا ہے وہ تو سب پر عیاں ہے مگر آپ
نے امام بخاری کی جزء القرات سے دلیل لکھنے کو لکھا تھا۔ امام بخاری ؒ نے
تو جزء القرات کے پہلے صفحہ میں حدیث کی اصلاح کی تھی آپ نے مسلم
سے حدیث کیوں لکھی۔ امام بخاری تو فرماتے ہیں تمام ثقہ نے اس لفظ
کے بیان کرنے میں معمر کی موافقت نہیں کی ہے ہم ان باتوں میں پڑنا
نہیں چاہتے۔ صحیح مسلم میں ہے چلئے ہمیں قبول ہے مگر اس کے معنی بھی
تو وہی آپ کو لینا چاہئے جو محدثین ہی بیان فرمائیں۔ سنئے امام ابوداؤد
مشہور امام ہیں جن کی کتاب سنن ابوداؤد ہر جگہ دستیاب ہوتی ہے
انھوں نے حضرت عبادہ والی دونوں روایتیں یعنی بے ذکر لفظ فصاعدا
اور بالذکر لفظ فصاعدا بیان کی ہے ۔ پہلی میں کوئی بات نہیں ذکر فرمائی
البتہ فصاعدا والی حدیث بیان کرکے راوی حدیث حضرت سفیان سے
اس کا مطلب یوں بیان کیا کہ فصاعدا اکیلے کے لئے ہے اور بلا ذکر

فصاعدا عام ہے سب کو شامل تھا اگر فصاعدا کے معنی ہے تو اکیلے کے لئے ہے تسلی کے لئے آپ حضرت مولینا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی فارسی شرح مشکوٰۃ مسمی اشعۃ اللمعات کو غور سے پڑھیں۔ وہ اس حدیث کا ترجمہ و خلاصہ اس طرح بیان فرماتے ہیں" پس بخواند فاتحہ و زیادہ براں یعنی فاتحہ البتہ می باید خواند و مقتصر بر فاتحہ ہم نیست و اگر چیزے زیادہ کند نیز درست است یعنی سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس پر زیادہ یعنی فاتحہ تو البتہ پڑھنا ہی چاہیے اور پھر اس پر بھی اکتفا نہیں ہے کہ اور چیز کا اس پر زیادہ کرنا درست نہ ہو۔ نہیں بلکہ اگر کچھ اس پر زیادہ بھی کرے تو درست ہے۔ یہ ہے فصاعدا کا خلاصہ۔ آپ کو چاہیے تھا کہ اپنے مانے ہوئے امام حنفی کا ترجمہ اس حدیث کا لکھتے مگر اپنے یہاں کب نظر آنے لگا۔ آپ کی تو زبان اس وقت تالو پر لگی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایمان داری اور انصاف سے فرمایئے اب عمل کرنے میں کون سی چیز حائل ہو سکتی ہے۔ مولینا یہ حدیث اہل حدیثوں کے خلاف نہیں یہ تو سب کے ہی موافق ہے۔ آپ نے لفظ فصاعدا کو فقط دیکھ لیا اس کے اصل معنی پر نظر نہیں ڈالی علامہ زبیدی حنفی جس نے الجواہر المنیفہ فی اولۃ مذہب الامام ابی حنیفہ لکھی ہے وہ قاموس کی شرح تاج العروس میں لکھتے ہیں وفی الحدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب فصاعدا ای فما زاد علیہا کقولہم اشتریتہ بدرھم فصاعدا واؤ اور بے کے ساتھ صاعدا یعنی استعمال کر سکتے اس لیے کہ یہ کلام کو خراب کر دیتا ہے لانک لا ترید ان الدرھم

مع ما عد ثمن لشیٔ کقولك بدرھم وزیادۃ ولکنك اخبرت
بادنی الثمن فجعلته اولاً ثم قررت شیئاً فشیئاً لاثمان شتی۔
یعنی حدیث سورہ فاتحہ میں لفظ فصاعدًا آیا ہے یہ اسی طرح سے سمجھو جس طرح لوگ
کہتے ہیں میں نے ایک درہم بس یا زیادہ سے بھی خریدا تمہاری یہ غرض نہیں ہوا کرتی ہے
ایک درہم زیادہ مل کر اس چیز کی قیمت ہوئی بلکہ یہاں تو تم ادنیٰ قیمت کی اولاً خبر دے
رہے ہو اور پھر اس پر قیمتوں کا اضافہ بیان کرتے ہو۔ مولانا آپ نے ہدایہ تو ضرور دیکھی ہوگی
قربانی کا بیان ملاحظہ ہو اس میں ہے یجزی من ذالك كله الثنی فصاعدًا یعنی تمام
اقسام کے جانوروں میں سے ثنی پس ثنی سے اوپر کا کام آتا ہے فرمایئے کہ ثنی کے ساتھ فصاعدا
ہونا بھی ضرور ہے؟ عمل کس پر ہو۔ موطا امام محمد کے باب زکوٰۃ المال میں دیکھیں نصاب کے
متعلق مرقوم ہے وتلك مائتا درہم او عشرون مثقالاً فصاعدًا یہ نصاب
دوسو درہم یا بیس مثقال بس زیادہ فرمایئے دوسو درہم اور مثقال پر زکوٰۃ ہے یا ان پر
زیادہ کی بھی ضرور شرط ہے کس پر عمل ہو۔ باب ما یکرہ من الضحایا کھولیں اس میں
پڑھئے وان ذہب النصف فصاعدا لم یجز یعنی جانور کا نصف عضو بس زیادہ
مفقود ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اب یہ فرمایئے کہ آدھا کان آدھی آنکھ آدھا
سینگ وغیرہ ٹوٹ جائے یا پھوٹ جاوے تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں زیادہ
ٹوٹنا بھی ضروری ہے؟ چور کی سزائیں دیکھیں۔ القطع فی ربع دینار فصاعدا
یعنی ربع دینار پر بس زیادہ میں چور کے ہاتھ کاٹے جاویں۔ فرمایئے
ربع پر زیادہ ہاتھ کاٹنے کے لئے کیا واقعی شرط ہے۔؟
اسی قسم کی عبارتیں آپکو بے شمار مقامات میں ملیں گی۔ یہ تو نمونہ

از منت خوار سے آپ کی تسلی کی غرض سے پیش خدمت ہے۔ اب تو آپ سمجھ گئے ہونگے
اور آیندہ تعارض کا نام نہ لیں گے خداوند آپ کو اچھی سمجھ عنایت فرمائے۔
نمبر۳ میں آپ فرماتے ہیں اس حدیث میں فاتحہ کے بعد لاتفعلو فرمایا ہے اور اوپر کی حدیث
نمبر۲ میں فاتحہ کے علاوہ بھی پڑھو۔ اور نمبر۳ میں حکم ہے فاتحہ کے بعد کچھ نہ پڑھو۔ اب اس
میں تعارض سمجھے ہوئے ہیں مولانا ہم نمبر۲ میں واضح کر چکے ہیں جس سے آپ سمجھ گئے
ہوں گے کہ ان میں تعارض نہیں نمبر۳ کی حدیث میں صریح مقتدیوں کا ذکر ہے نمبر۲
میں تو مقتدیوں کا نام ہی نہیں عام اور خاص میں حنفیہ کے اصول کے لحاظ سے بھی تو تعارض
نہیں ہوا کرتے۔ آپ تو ماشاء اللہ اتنی بات سے بھی کورے نظر آئے نمبر۳ مقتدیوں کے لئے
اور نمبر۲ امام اور منفرد کے لئے بلکہ حسب توضیح مولانا عبدالحق وائمہ لغت وہ بھی سب
کے لئے مگر اسی معنی سے کہ جسے بیان کیا ہے بخاری شریف اور اسی جزء القراءت میں یہ بھی
تو ہے حضرت ابوہریرہؓ سے وان لم تزد علی ام القرآن اجزأت وان زدت
فھو خیر یعنی اگر سورہ فاتحہ پر تم زیادہ نہ کرو تو یہی کفایت کرے گا۔ اور اگر زیادہ کرو تو
وہ بھی بہتر ہے اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ سورتوں کا ملانا
فرض واجب سنت یا غیر کیا؟ اس کے بعد جو کچھ کہنا ہو کہئے یہ کی حدیث ابوہریرہؓ کی ہے
اور یہ حدیث بخاری میں بھی ابوہریرہ ہی کی ہے۔ کیا عمدہ تطبیق دیدی اور سمجھا دیا حضرت
ابوہریرہؓ نے اجی حضور فما زاد کا بھی وہی مطلب ہے جو فصاعدا کا مطلب تھا کوئی
تعارض ہی نہیں ان میں نمبر۵ میں آپ ابوہریرہؓ کی حدیث اقرا بھا فی نفسک یا
فارسی پر تعارض کا دھبہ لگاتے ہیں آپ کے الفاظ یہ ہیں "سائل کے جواب میں ابوہریرہؓ
فرماتے ہیں کہ دل میں پڑھ لے اہل حدیثوں زبان سے پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ اب پھر اس

کی اور تو تصحیح فرماتے ہیں۔ دل میں پڑھنے کا صاف و صریح مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں فاتحہ کی آیت اور اس کے معنی پر غور کرے، مولانا اگر آپ اپنے مذہب کی کتابوں کو بھی زیر مطالعہ رکھتے تو اس قدر واضح ٹھوکر نہ کھاتے لیجئے مولانا اب اپنے مذہب کی مستند کتاب ہدایہ کتاب الجمعہ کھول لیجئے آپ کو اس میں یہ واضح طور پر لکھا ہوا ملیگا الا ان یقرأ الخطیب قوله تعالیٰ یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما فیصلی السامع فی نفسه یعنی امام خطیب صاحب خطبہ میں یا ایها الذین آمنوا صلوا الخ (یہ آیت) پڑھیں تو سامع کو چاہئے کہ اپنے جی میں درود بھیجے وہی فی نفسہ یہاں بھی ہے فرمائیے کس طرح جی میں پڑھے اور درود کے حرفوں پر غور کرے یا کچھ اور لیجئے ہدایہ کی شرح کفایہ کے صفحہ ۶۴ جلد اول میں اس کی تشریح بایں الفاظ کی ہے ای یصلی بلسانه خفیاً۔ یعنی اپنی زبان سے چپکے چپکے درود شریف پڑھے۔ اور فتح القدیر شرح ہدایہ کے صفحہ ۲۶۵ جلد اول میں ہے وعن ابی یوسف ینبغی ان یصلی فی نفسه لان ذالک مما لا یشغله عن سماع الخطبة فکان احرازا للفضلیتن وہ حوالہ مواب یعنی امام ابو یوسف سے وارد ہے کہ اپنے جی میں درود شریف پڑھے اس لئے کہ جی میں پڑھنا خطبہ کے سننے میں مخل نہیں واقع ہوتا اس صورت میں خطبہ کے سننے اور درود شریف پڑھنے کی دونوں ہی کی فضیلت جمع ہوتی ہیں۔ اور یہی بات صحیح ہے۔ یہ تو آپ کے مذہبی کتابوں کا ذکر تھا۔ اب امام بیہقی کی کتاب القراۃ کے صفحہ ۱۷ کو ملاحظہ کریں فرماتے ہیں المراد بقوله اقرأ بها فی نفسک ان یتلفظ بها سرا دون الجهر بها ولا یجوز حمله علی ذکرها بقلبه دون التلفظ بها لاجماع اهل اللسان علی ان ذلک لا یسمی قرأۃ یعنی ا...

کی حدیث میں ہے کہ اپنے جی میں پڑھ اس سے مراد آہستہ پڑھنا ہے زور سے نہیں اس لئے
کہ دل میں ذکر کو بلا حرف ادا کئے تمام عربوں کے اجماع کے خلاف ہے عربوں کا
اجماع ہے کہ اس کو قراۃ نہیں کہتے ایت واذکر کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ یوں فرماتے
ہیں قال ابن عباس یعنی بالذکر القراۃ فی الصلوٰۃ یرید یقرأ اسرا فی نفسہ
یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ جی میں یاد کرنا نماز میں پڑھنا ہے یعنی اپنے دل میں آہستہ
پڑھے دیکھیے تفسیر خازن اور معالم التنزیل اور تفسیر مظہری اخیر سورہ اعراف ملا جیون
اپنی تفسیرات احمدیہ صفحہ ۲۴۴ میں اور تفسیر مدارک میں علامہ نسفی حنفی لکھتے ہیں
واذکر ربک عام فی الاذکار من قراۃ القرآن والدعاء والتسبیح والتھلیل وغیر
ذالک ای واذکر ربک ای ذکر کان تضرعا الخ اپنے رب کو یاد کرنا جی میں یہ عام
ہے، تمامی اذکاروں میں خواہ وہ تلاوت قرآن ہو یا دعا ہو یا تسبیح تھلیل وغیرہ ہو
جیدہی ذکر ہے تفسیر جلالین میں فی نفسک کی تفسیر سرا سے کی جملہ میں ای اسمع
نفسک لکھا ہے مولانا گریبان میں منہ ڈال کر ٹھنڈے دل سے دیکھتے ہوئے ایماندار ی
سے فرمایئے کہ اہل حدیث دھوکہ دہی میں مبتلا ہیں یا آپ خود نافہمی کیونکہ جب سے
اس میں علماء حنفیہ کا بھی میرے علم میں کوئی قصور نہیں سمجھے تو یہ ثمرہ محض آپ کی
ناواقفی ہی کا نظر آتا ہے اور پھر اس پر طرہ یہ کہ تمام مفسرین نفسی کے معنی دل کے کرتے
ہیں اور بجائے دل کے زبان سے پڑھتے ہیں. پھر آپ یوں فرماتے ہیں صفحہ ۱۹ یہ انکی
ضد ہے اور انہیں مخالفت کرنی ہے یہ کسقدر سینہ زوری کی باتیں ہیں کیا اچھا
[illegible] لا دوست دزدے کہ بکف چراغ دارد بمثل ہے الٹا چور
[illegible] تے ہیں صفحہ ۱۹ ان کو اپنی بیجا ضد سے باز آنا چاہیے

مولانا سوچیے آخر ایک وقت آپ کو بھی خداوند کریم کی حضور میں جوابدہی کرنی ہے
ایمان سے کہئے ہٹ دھرمی اب کس کی رہی اب آپ اپنی ضد اور ہٹ کو چھوڑیں گے
یا کیا؟ اب لگے ہاتھ لیجئے آپ اس نمبر میں امام بخاری پر غلط الزام لگاتے ہیں۔ امام بخاری
کا یہ فرمان ہی نہیں۔ یہ ابجد پڑھنے کی خوا اچھی نہیں بے محابا گفتگو اچھی نہیں امام
بخاری کا تو فرمانا ان کے خود کا اس طرح ہے دیکھو صفحہ ۶ جزء القرات امام بخاری رح
آیت واذا قری القران سے استدلال کرنے والوں کی تردید فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
ایت کی بنا پر اگر کوئی امام زور سے نہ پڑھتا ہو اس کے پیچھے پڑھے یا کیا اگر کہے کہ نہیں
تو اس کا دعوی ہی غلط ہوا۔ اس لئے کہ اللہ میاں تو سننے اور خاموش رہنے دونوں
کا ارشاد فرماتے ہیں سننا تو زور سے پڑھے اور ہیں ہوتا ہے۔ ہم اس آیت پر عمل
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقرا خلف الامام عند السکتات یعنی پڑھے امام
کے سکتوں میں امام ممدوح نے لفظ سکتات جمع کا صیغہ فرمایا تثنیہ نہیں فرمایا
مولانا عبدالحی لکھنوی امام الکلام صفحہ ۱۷۱ میں فرماتے ہیں اقول لاشک فی
ثبوت سکتات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التکبیر وبعد القراۃ
وبعد الفاتحہ وقراتہ الا ادعیۃ والاذکار فی بینہما وھذہ من
السنن القدیمۃ التی قل من یعمل بھا یعنی میں کہتا ہوں اس میں تو شک نہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی سکتے ثابت ہیں۔ تکبیر تحریمہ کے بعد قرات سے
بعد سورہ فاتحہ کے بعد یہ پرانی سنت تھی مگر اس پر بہت کم عمل کرنے والے ہیں۔
صفحہ ۱۵۵ میں امام ابن عبدالبر کی کتاب استذکار سے نقل فرماتے ہیں۔
روی سمرۃ وابوھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کانت لہ سکتات

حضرت سمرہ اور حضرت ابو ہریرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سکتے روایت کئے ہیں مولانا عبدالحی لکھنوی نے صفحہ ۲۷۱ میں امام بخاری کی جزء القراۃ سے ابوسلمہ اور محمد بن عمرو سے نقل کیا ہے قالا ان الامام سکتتان فاغتنموا القراۃ فیہما امام کے دو سکتے ہیں تم انہیں قرات کو غنیمت سمجھو۔ نیز عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ یا بنی اقروا اذا سکت الامام واسکتوا اذا جھر فانہ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اے میرے بیٹو امام جب سکتہ کرے اس وقت پڑھ لیا کرو اور جب وہ زور سے پڑھتا ہو خاموش رہا کرو اس لئے کہ بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

فان جھر الامام لم یقرأ الا عند الاسکاتۃ وان خافت فلہ الخیرۃ یعنی اگر امام زور سے پڑھتا ہو تو اس کے سکتہ کرنے میں پڑھتے اور اگر آہستہ پڑھتا ہو تو اسے اختیار ہے جس وقت چاہے پڑھے۔ مولانا یحیٰی صفحہ ۳۱ میں لکھتے ہیں جبکہ وہ قراۃ خلف الامام فاتحہ پڑھنے پر قادر نہیں یا تو وہ حضرت امام بخاری رح کی مخالفت کرتے ہوئے بغیر سکتوں کے فاتحہ پڑھے ورنہ اپنی نماز غارت کرے نماز کو غارت کیوں کرے۔ حضرت مکحول جو تابعی مشہور ہیں ان سے امام ابو داؤد نے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں فان لم یسکت اقرا بھا قبلہ ومعہ وبعدہ لا تترکھا علی حال یعنی اگر امام سکتہ نہ کرے تو امام سے پہلے یا ساتھ ساتھ یا بعد میں ہر ممکن پڑھ لے کسی حال میں سورہ فاتحہ نہ چھوڑے امام اعظم کے اوستاذ جن کی تعریف میں خود امام صاحب رطب اللسان ہیں میں نے ان سے بہتر کسی کو نہیں پایا وہ فرماتے ہیں اذا کان جھر الصلوۃ امام فلیبادر بقراۃ ام القرآن او

یقرا بعد ما یسکت یعنی امام۔ درست پڑھ رہا ہو تو اس سے پہلے پڑھ لے یا جب سکتہ کرے اس وقت پڑھے دیکھو فتح القدیر کی تخریج ہدایہ۔ اب آپ کی سنیئے۔

بیر حلبی صفحہ ۳۰۷ ملاحظہ ہو ان الحرکت الامام والامام یجہر بالقراۃ قال بعضہم یاتی بالثناء عند سکتات الامام یعنی امام کو جہری نماز میں کر بلکہ والیکوا امام کے سکتوں میں ثنا کی بعض فقہا نے اجازت دی ہے لانہ اذا سکتہ الاتیان بالسنۃ مع مقتضی مراعاۃ الامر بسنت یعنی مع عمل ہو جاوے گی اور فاستمعوا لہ وانصتوا پر بھی عمل ہو جاوے گا۔ سن لیا صاحب اب آپ کی رائے کی روشنی کا حال سنئے آپ حضرت علی کا ظہر و عصر کی پہلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت اور پچھلیوں میں صرف فاتحہ کا ان کا پڑھنا لکھکر اہل حدیثوں پر برس رہے ہیں یہ روایت لیجئے بحوالہ جزء القراۃ بیان کی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے حضرت علیؓ کی پوری بات کیوں نہیں لکھی محض اسلئے کہ اس میں آپ کی روشنی بجھ جاتی تھی حضرت علیؓ کی روایت صفحہ ۸ میں ہے پوری روایت اس طرح ہے۔ دیکھو طحاوی صفحہ ۱۲۳ جلد اول میں صرف ترجمہ ہی لکھ دیتا ہوں ابو رافع کہتے ہیں حضرت علیؓ حکم فرماتے ہیں اور خود بھی دوست رکھتے تھے کہ امام کے پیچھے ظہر و عصر دو پہلیوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری ایک ایک سورت پڑھے اور اخیر کی دو میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے سن لیا اصلی روایت یہ ہے اور آپ کی دیانت وایمانداری یہ ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ یہاں بھی عقل حیران ہے صحابی کا تنجو مرکے فعل کے خلاف تمہارا فعل ہے اور دعویٰ اہل حدیث ہے کیا معاذ اللہ اصحاب رسول کا فعل اللہ کے رسول کے خلاف تھا یا تم اللہ کے رسول کے خلاف فعل کرتے ہو میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ آپ نے

کس حالت میں لکھا تھا آیا بنگ کے نشہ میں یا کوکین و نشتر کی چیز کے استعمال کے بعد
لکھا تھا. آپ کو تو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزام ہم کس کو دے رہے ہیں یہی معنی
ہیں الٹا چور کتوال کو ڈانڈے. حضرت علی امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم کر رہے ہیں. ایمان
سے کہئے آپ امام کے پیچھے پڑھنے کو مان گئے اور نہ پڑھنے کے مذہب سے توبہ کر لی الٹا ہم آپ
سے اس کہنے میں حق بجانب ہیں کہ عقل حیران ہے کہ صحابی کا لنجوم کے فعل کے خلاف
تمہارا فعل ہے اور پھر دعوی حنفیت کا کیا معاذ اللہ اصحاب رسول کا فعل اللہ کے رسول
کے فعل کے خلاف تھا تم اللہ اور رسول کے خلاف فعل کرتے ہو خدارا اپنے دل میں انصاف
سے غور کرو اور خانہ ساز اجتہاد کے لئے غلطی کا ارتکاب نہ کرو. مولانا آپ ہی کا سر
اور آپ ہی کا ... کیوں صاحب بات ٹھیک ہے. اس اندھی تقلید سے توبہ کرو کم
جس کی مستی جس کے نشہ میں سیدھا اور الٹا تک نظر نہیں آتا حضرت علی کرم اللہ
وجہہ امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم نافذ فرمائیں اور آپ اس کا انکار کریں علیکم
بسنتی کو بھی بھول گئے آپ اہل حدیث مسبوق کی بیکسی کو کیوں روتے ہیں الٹی بیٹھ
کو امام کے ساتھ ساتھ رکوع سجدے میں جانے کا حکم کس حدیث میں آپ نے دیکھا
ہے. پہلے وہ بیان کرتے ورنہ سنلو فان الامام یرکع قبلکم ویسجد قبلکم
امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے اسی قدر تمہیں امام سے بعد یہ کام
کرنا چاہئے فتلک بتلک امام کا آگے جانا آگے سر اٹھانا اور تمہارا اس کے بعد
عمل کرنا یہ اس کا بدل ہو جاوے گا. اگر امام رکوع میں چلا گیا ہے تو مقتدی صاحب
اپنا کام کر کے پھر رکوع میں جاوے مگر اتنی دیر امام کے بعد سر اٹھاوے عوض
آجاوے گا. دیکھو صحاح ستہ اور پھر زبان کھولئے اہلحدیث مسبوق بیکس

کیوں ہونے لگا۔ حنفی ضرور ایسا نہیں ہو سکتا ہے آپ کے یہاں کی بھی سن لیں ملاحظہ فرمائیں کبیری شرح منیہ صفحہ ۲۹۸ ۔۱۰ ان ادرک الامام فی الرکوع الخ یعنی اگر امام کو رکوع میں پاوے برابر ثنا پڑھے اگر کچھ حصہ امام کا رکوع سے ملنے کی توقع ہے تو کھڑے کھڑے ہی ثنا پڑھے پھر رکوع کرے اگر کچھ بھی حصہ کے ملنے کی توقع نہ ہو تو رکوع میں چلا جاوے میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا سورہ فاتحہ ثنا سے بھی گئی گذری اور پھر جس کے یہاں یہ بیہودہ بیچارے اہل حدیثوں پر کیا اعتراض کریں گے۔ کبیری نے ایک روایت حضرت عمرؓ سے بیان کی ہے اس صفحہ میں وہ اس طرح ہے کہ جب تو امام کو رکوع میں پاوے اور تو نے اس کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں داخلی کی تیری وہ رکعت ہو گئی۔ اب تو آپ کی زبان بند ہی ہونی چاہئے اور اپنا اللہ کو بھول ہی جاویں گے۔ اگر کچھ مذہبی غیرت ہے تو ورنہ خدا ہی حافظ۔ مولانا یحیی صفحہ ۲۴ کی آیت اعراف واذا قرئ القرآن کے نزول در بارہ خطبہ جمعہ اہل حدیثوں کی طرف نسبت کرکے لکھتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ سنئے حنفی مذہب کی مستند تفسیر مدارک علامہ نسفی حنفی کی تحریر فرماتے ہیں وقیل فی استماع الخطبۃ وقیل فیھما وھو الاصح یعنی اس کے شان نزول میں دو باتیں ہیں (۱) مقتدیوں کے بارے میں (۲) خطبہ کے سننے میں تیسرا مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں ہی کے بارے میں اتری ہے اور یہی اصح ہے مولانا آپ کو اصل میں دھوکہ یوں لگا ہے کہ آپ نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ سورہ اعراف پوری مکی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے فتح الباری میں ابو جعفر نحاس سے ہے انھا مکیۃ الا الآیۃ الاخیرۃ کہ سورہ اعراف مکی ہے مگر اس کی اخیر کی آیت مکی نہیں ہے اس وجہ سے محمد بن نصر مروزی نے مدنی کہا ہے۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ بھی تو خطبہ کے بارے میں نزول کا فرماتے ہیں بقول آپ کے صحابہ رسول رسول اللہ کے خلاف بھی

کہہ سکتے ہیں؟ یہ آپ کے ملاں جیون نے بھی تفسیرات احمدیہ کے صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں وانا صحیح
انہما جمیعا صحیح یہی ہے کہ یہ آیت دونوں میں نازل ہوئی ہے اور یہ بھی تو ممکن
ہے کہ یہ آیت مکہ میں بھی اتری سو اور مدینہ میں بھی ایک آیت کا دو مرتبہ اترنا کیا کوئی
برحق بات یا ناحق ہے آپ فوز الکبیر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو ملاحظہ فرمالیتے
تاکہ یہ مسئلہ حل ہوجاتا اور آپ کا تردد ختم ہوجاتا۔ حسن بصریؒ کی دوسری روایت بھی آپ
ملاحظہ فرمالیں۔ ابن ابی شیبہ و کتاب القراءت امام بیہقی کے صفحہ ۷۲ میں ہے۔
"ان لفظوں سے آپ نے فرمایا: اقرء بفاتحۃ الکتاب خلف الامام جہر او لم یجہر
یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ امام چاہے زور سے پڑھتا ہو یا آہستہ یہاں دل
میں پڑھنے کا تو نام بھی نہیں لیا زور سے پڑھنے کا حکم تو کر ہی سکتے تھے۔ مقتدی کو پڑھنے
کا برابر حکم دیتے ہیں اور پھر قراءت کے ساتھ اس روایت میں نسبت کا تقاضہ
اور قراءۃ بحرکت زبان تو آپ کے یہاں بھی غیر ممکن ہے جس کی تشریح کر چکے ہیں یعنی
آپ کی روشنی اور واضح دلیلیں ہاں یہ تو فرمائیے کہ آپ نے جو صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے
ہرگز نہیں بلکہ سنیں عمل کریں اور امام کے پیچھے خاموش رہیں قراءت فاتحہ نہ کریں تاکہ
رحمت کے مستحق بنیں۔ یہ بتلائیے کہ جن بزرگوں نے حنفی اور اہل حدیث افراد نے بلکہ
یہی حضرت الحسن بصری اور دیگر بالتفصیل عظام جنہوں نے سورہ فاتحہ کا حکم دیا ہے
خصوصاً حضرت عمرؓ جیسا کہ طحاوی وغیرہ میں ہے جہری نمازوں میں تو کیا یہ لوگ قابل رحمت
و مستحق ہیں یا محروم ایمان داری سے فرمائیے کہیں۔ اب ہم آپ کی ان واضح روشنی
سے تو بحمد اللہ فرصت پا چکے ہیں۔ غالباً آپ کی تمام روشنیوں کا تو جائزہ لے لیا ہے
اور جس سے سکوت اختیار کیا ہوگا وہ شخص بے سروپا ہونے کی وجہ سے قابل التفات نہ سمجھی

اسے یاد رکھئے اور آگے دیکھئے ہو ہو دلائل کا راز سنئے نمبر ۱ نمبر (۱) میں آپ نے امام احمد سے آیت واذا قری القرآن کے نماز میں نازل ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اول تو اس کی سند بیان نہیں کی تاہم ہم نے مانا کہ امام احمد نے اجماع بیان کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی اجماع ہے بھی یا نہیں حضرت ابن عباس اور عطاء اور مجاہد اور سعید بن جبیر اس آیت کا نزول خطبہ میں فرماتے ہیں دیکھو امام الکلام کے صفحہ ۸۳ و ۸۴ و ۸۰ اور کتاب القراۃ امام بیہقی اور ہم پہلے علامہ نسفی اور ملا جیون سے لکھ چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں الاصح فیھما یعنی اصح بات یہ ہے کہ یہ آیت دونوں ہی امر میں اتری ہے کیوں صاحب اجماع اسی کا نام ہے اور پھر جامع ترمذی کو اٹھا کر دیکھئے اس میں امام احمدؒ کا خلف الامام فاتحہ کے اختیار کرنے کو واضح طور پر بیان کیا ہے ۔ مجھے یہ بتایئے کہ امام احمدؒ نے اجماع کے خلاف کیوں کیا اجماع کے خلاف کرنے والے کا آپ کے یہاں کیا حکم ہے خدا لگتی کہنا امام احمد کے فعل سے تو صراحتہ واضح ہو رہا ہے کہ اجماع گو انہوں نے نقل کیا ہو مگر ان کے نزدیک اجماع صحیح ہی نہیں اگر اجماع کو صحیح تسلیم کرتے تو اس اجماع کے خلاف ہرگز نہ کرتے انصاف سے کام لیں عصبیت مذہبی کو سینہ سے نکال دو اور اس کا کفار مکہ کے بارے میں نازل ہونے کو آپ کے فخر الدین رازی نے کہا ہے ادھر کہئے نمبر (۲) اس میں عبد اللہ بن مغفل سے امام کی قرأت کے متعلق نزول کو ذکر بحوالہ بیہقی کیا ہے۔ اس حدیث کو علی العموم احناف بیان کیا کرتے ہیں مگر کسی نے بھی اس کی صحت کسی مستند امام سے بیان نہیں کی مگر سنئے یہ روایت صحیح ہی نہیں۔ اس میں ایک راوی ھشام بن زیاد بن ابی یزید ابو المقدام بھی ہے اور وہ متروک ہے امام ذہبی نے میزان میں لکھا ہے اس کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا۔ امام نسائی نے متروک کہا۔ ابن حبان نے کہا ثقات سے بناوٹی روایتیں روایت کرتا تھا۔ امام بیہقی

نے خود اس کی سند کے متعلق فیصلہ فرما دیا ہے صفحہ ۷۷ میں لیس بالقوی قوی نہیں
مگر یاروں نے بات بنانے کی غرض سے چھپا رکھا اس سے اعلیٰ درجہ کی روایت حضرت
عبداللہؓ بن مغفلؓ کی لیجئے جسے امام بخاری نے اپنی جزء القرات کے صفحہ ۸ اور امام بیہقی
نے کتاب القرات کے صفحہ ۹۹ میں روایت کیا ہے عمر بن سحیم قال کان عبداللہ
ابن مغفل المزنی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا ان نقرأ خلف
الامام فی الظہر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ و
فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب یعنی عمر بن سحیم کہتے ہیں عبداللہ بن مغفل مزنی صحابی
رسول ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ ہم امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ
اور کوئی سورہ پڑھا کریں اور پچھلی دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھا کریں۔ مولانا
ذرا اپنے ایمان کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمائیے ان کا اپنی روایت کے خلاف کرنا
حنفیہ کے نزدیک کیا حکم رکھتا ہے۔ اصول میں دیکھ کر بتلائیں۔ نمبر (۳) میں آپ
نے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت بحوالہ عبد بن حمید وغیرہ نقل کی ہے۔ اولاً تو یہ روایت
صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے جو روایت کرتا ہے وہ راوی مجہول ہے گمنام
ہے اور پھر عن کے کلمہ سے روایت کرتا ہے اور آپ بذات خود صفحہ ۲۱ میں روایت مشکوک
و مدلس ہونے پر اظہار غیظ و غضب فرما چکے ہیں۔ اگر آپ کو یاد ہو تو خیر سنئے۔ حضرت
ابن مسعودؓ سے امام بخاری کی جزء القرات کے صفحہ ۸ میں ہے۔ ابو مریم کہتے ہیں
سمعت ابن مسعود یقرأ خلف الامام یعنی میں نے ابن مسعودؓ کو امام کے پیچھے پڑھتے سنا ہے
اور طحاوی کے صفحہ ۱۲۳ جلد اول میں ہے۔ یہی ابو مریم اسدی صحابی فرماتے ہیں۔
سمعت ابن مسعود یقرأ فی الظہر میں نے ابن مسعود کو ظہر میں پڑھتے سنا ہے۔ یہ ہیں

آپ کے ابن مسعود صاحب ۔ دیکھ لیا ؟ اب گریبان میں منہ ڈال کر فرمائیے ۔ آگے چلئے ۔
نمبر(۱۴) میں آپ جابرؓ کی روایت بیان کرتے ہیں "جابرؓ نے کہا جو کوئی نماز میں سورہ فاتحہ نہ
پڑھے اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے یعنی اگر مقتدی نماز میں سورہ فاتحہ نہ
پڑھے تو اس کی نماز درست ہے ۔ مولانا حضرت جابرؓ کی روایت میں تو اولاً سورۃ فاتحہ
کو بالخصوص لازم قرار دیا ۔ فرض کہئے یا واجب آپ کے مذہب کے بالکل خلاف ہے ۔ آپ کے
یہاں سورۃ فاتحہ کی خصوصیت نہیں ۔ مطلقاً قرأت آپ کے ہاں ہے سب سے پہلے
آپ حنفی مذہب سے علیحدگی اختیار کیجئے ورنہ جابرؓ کی بات کو قبول کیجئے ۔ مولانا جس حدیث
کو آپ نہ مانیں دوسروں کو منوانے کی فکر کریں ؟ یہ تو عقلمندوں کی باتوں سے کوسوں
دور ہے ۔ پہلے آپ ان کی باتوں کو قبول کرلیں پھر دوسروں کو منوانے کی فکر کریں ۔
اب دوسرے جملہ کے متعلق بھی سنئے ۔ اس حدیث کو امام احمدؒ نے بھی روایت کیا ہے تاہم
اس حدیث کے ہوتے ہوئے . . . . . اختار احمد مع هذا القرأة خلف الامام
وان لا يترك رجل فاتحة الكتاب وان كان خلف الامام دیکھو جامع
ترمذی کے صفحہ ۴۲ اور خود حضرت جابر کی روایت ملاحظہ ہو ابن ماجہ کے صفحہ ۶۱ میں
حضرت جابرؓ سے کہ کنا نقرأ فی الظهر والعصر خلف الامام الخ یعنی ہم ظہر اور
عصر میں امام کے پیچھے دو پہلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورتیں اور پچھلی
دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ ہی پڑھتے تھے علامہ سندھی حنفی نے کہا هذا اسناد صحيح
رجاله ثقات اس حدیث کی سند صحیح ہے ۔ راوی تمام ثقہ ہیں ۔ امام بخاری کی جزء القرأۃ
کے صفحہ ۷ میں حضرت جابر کے مولیٰ فرماتے ہیں قال لی جابر بن عبد الله اقرأ
فی الظهر والعصر خلف الامام یعنی مجھ سے جابر بن عبد اللہ نے کہا تم تو ظہر اور عصر

میں مقام تک پیچھے پڑھا کر یعنی بالکل چپ شاہ مت ہو نا۔ فرمائیے مولانا صاحب اب آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ جابرؓ کی بات ب مانتے ہو یا وہ بھی نظر آنے لگے۔ صحابہؓ تو حضور ؐ کے خلاف نہیں کہا کرتے تھے۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۲ کو مکرر ملاحظہ فرمالیں اور پھر کتاب نمبر ۵ کو لیجئے اس میں آپ نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے موطا سے جزء القراۃ امام بخاری کے صفحہ میں ملاحظہ ہو سئل ابن عمر عن القراۃ خلف الامام فقال ما کانوا یرون باسا ان یقرا بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ یعنی حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرات سے پوچھے گئے جواب میں فرمایا صحابہ کرام جی میں سورہ فاتحہ پڑھنے میں کوئی ڈر نہیں سمجھتے تھے اس کتاب کے اسی صفحہ میں ہے۔ ابو العالیہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر کو مکہ مکرمہ میں دریافت کیا کہ کیا میں نماز میں قرات کروں جواب دیا کہ میں تو اس گھر والے سے شرماتا ہوں کہ کوئی بھی نماز بے پڑھے سورہ فاتحہ پڑھے پڑھوں کنز العمال کے صفحہ ۹۶ جلد ۴ میں ابن عمر سے ہے ومن کان مع الامام فلیقرا قبلہ واذا سکت جو نماز امام کے ہمراہ پڑھتے اسے چاہئے کہ اس سے پہلے اور جس وقت سکتہ کرے پڑھے یہ حدیث عبدالرزاق نے بیان کی اور کہا حسن یہ حدیث حسن بھی ہے۔ اب ان کے والد خلیفہ ثانی عمر فاروق کی سنئے وہ کیا فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ طحاوی کے صفحہ ۱۲۹ جلد اول جزء القراۃ امام بخاری صفحہ ۷ یزید بن شریک ابو ابراہیم تیمی کہتے ہیں میں نے عمر بن خطابؓ سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے اقرا فقلت وان کنت خلفک فقال وان کنت خلفی قلت وان قرات قال وان قرات یعنی میں نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہوں تب بھی جواب دیا اگرچہ میرے پیچھے بھی ہو پھر میں نے کہا اگرچہ آپ قرأت کر رہے ہوں تب بھی فرمایا اگرچہ میں پڑھو

ہامول تب بھی متن دارقطنی کے صفحہ ۱۲۰ میں اور سنن بیہقی اور کتاب القرات
امام بیہقی میں اتنا اور بھی ہے وان جہرت قال وان جہرت یعنی آپ نے زور سے
نماز پڑھاتے ہوں تب بھی فرمایا تب بھی امام دارقطنی فرماتے ہیں ھذا اسناد صحیح اس
حدیث کی سند صحیح ہے۔ آپ کے نمبر (۶) کا یہی جواب ہو گیا حضرت عمر فاروق کے سامنے
ان کے صاحبزادے کی آپ ہی فرمائیے کیا حیثیت ہونی چاہیے۔ اب لیجیے نمبر (۷) کا سن لیجیے
جیسے اپنے شرح معانی الآثار سے نقل کیا ہے طحاوی کی حدیث فلا تفعلوا تک ہی ہے یہ
حدیث امام طحاوی نے مختصر روایت کی ہے پوری روایت نہیں بیان کی یا تو ان کو جن
استادوں سے ملی ہے ان کے پاس ہی اسی قدر تھی یہ حدیث اسی سند سے امام بخاری کی جزا
القرات کے صفحہ ۲۸۔ امام بیہقی نے کتاب القراۃ میں اور حاکم نے اسی سند سے پوری بیان
کی ہے فلا تفعلوا کے بعد ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ نہ کرو کے بعد یہ بھی
ہے کہ چاہیے کہ ایک تمہارا پڑھے سورہ فاتحہ آہستہ جی میں مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنی
کتاب سعایہ شرح شرح وقایہ کے صفحہ ۳۰۲ جلد ۲ میں فرمایا فانہ رواہ ابن حبان
فی صحیحہ وزاد فی اخرہ ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ نعلم ان روایۃ
الطحاوی مختصرۃ والحدیث یفسر بعضہ بعضا یعنی اس طحاوی کی حدیث کو ابن
حبان نے بھی روایت کیا ہے اس میں فلا تفعلوا کے بعد ہے ولیقرأ یعنی چاہیے کہ پڑھے
ایک تمہارا سورہ فاتحہ آہستہ جی میں اس سے معلوم ہو گیا کہ طحاوی کی حدیث مختصر ہے ایک
حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کرتی ہے زیلعی حنفی نے نصب الرایہ تخریج احادیث
ہدایہ میں اسی بات کا اقرار کیا ہے امام بیہقی کتاب القرات کے صفحہ ۱۲۱ میں لکھتے ہیں۔
قال لنا ابو عبداللہ الخ یعنی ہم سے ہمارے استاذ ابو عبداللہ حاکم نے کہا کہ یوسف

بن علاؤ ی یہی راوی تلحادی کا ہے اسی سے ان کے استاذ نے یہ حدیث لی ہے انہوں نے اس
حدیث کو مختصر کر دیا ہے ورنہ یہ حدیث کامل اکمل یوں ہی عبد اللہ بن جعفر رقی اور یحی بن یوسف
زمی اور مخلد بن حسین نے عبید اللہ بن عمر و رقی سے روایت کیا ہے یہ روایتیں کتاب القرأت
امام بیہقی جزء القرأت دار قطنی وغیرہ میں موجود ہیں اس حدیث سے استدلال کرنا ایسا ہے
جیسے کوئی کہے نماز مت پڑھو قرآن میں ہے لاتقربوا الصلوٰۃ نماز کے نزدیک بھی مت جاؤ
مگر آگے کوئی نہیں دیکھتا کہ کیا ہے حضرت انس خود امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم فرماتے تھے
دیکھو کتاب القرأۃ امام بیہقی کے صفحہ ۶۸ ثابت کرتے ہیں کان یامرنا بالقرأۃ خلف
الامام ہم کو امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیتے ہیں میں اُن کے پہلو میں کھڑا ہوتا تو آپ ہمیں
اپنی قرأت بھی کچھ سناتے آپ صفحہ ۲۷ میں ایک روایت اس طرح لکھتے ہیں" بروایت حضرت
عبد اللہ بن العزیز امام کی قرأت پر خاموش رہو حوالہ جزء القرأۃ بخاری عبد اللہ بن العزیز
کون ہیں اور پھر عبارت ۔ امام کی قرأت پر خاموش رہو کیا فصاحت ہے میں سمجھتا ہوں کہ ان
کی اپنی جہالت کی بنا پر شاید اپنی لکھی بات بھی سمجھ میں نہ آتی ہو خیر ہم اس سے بھی درگذر
کرتے ہیں مگر انہیں تو شرم کے نقاب کو پھاڑنا نہیں چاہیے ۔ آپ کی غرض اس تحریر سے حضرت
عبد اللہ بن الزبیر ہوئے ۔ چاہیے اب سن لیں امام بخاری کی جزء القرأت کے صفحہ ۶ میں ہے

قال مجاھد اذا لم یقرأ خلف الامام اعاد الصلٰوۃ وکذلک قال عبد اللہ

ابن الزبیر یعنی مجاہد کہتے ہیں جب امام کے پیچھے قرأت نہ کی گئی ہو تو نماز کو دہرادے اسی
طرح عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے صفحہ ۸ میں عبد اللہ بن الزبیر کا ظہر
عصر میں پڑھنے کا حکم بالتصریح موجود ہے ۔ شیخ جی یہ کوئی بٹن کی دوکانداری تو ہے نہیں کہ
آپ دھوکہ دے سکیں ۔ آپ نے جزء القرأت کا حوالہ مع صفحہ کیوں نہیں دیا ۔ آپ نے آبلہ فریبی

سے کام لیا ہے۔ خدا ہی آپ کو سمجھے۔ خیر اب اپنے نمبر (۸) کی سنئے۔ آپ حضرات ابو بکرؓ کا دوڑ کر رکوع میں شامل ہونا لکھتے ہیں۔ شیخ جی یہ ابو بکرؓ صدیق نہیں ہیں ابو بکرؓ صحابی ہیں آپ اس کے اخیر میں صفحہ ۲۸ پر یوں گویا ہوئے کہ "جبکہ حکم فاتحہ کا عام تھا تو رکوع کی رکعت کو فاتحہ سے کیوں مستثنیٰ کیا گیا۔ شیخ جی آپ کے یہاں قیام فرض ہے مگر بالکل رکوع میں امام صاحب کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں شامل ہو گیا تو اس کی رکعت بے کھٹکے ہو گئی اب آپ یہ فرمائے کہ قیام فرض رہا یا اس کی فرضیت جاتی رہی اور کیا فرض کے ترک سے نماز ہو گئی یا ہو جاتی ہے۔ سوچ کر جواب دیں قیام فرض کیوں ترک آپ کے امام کراتے ہیں اہل حدیث تو حضورؐ کے فرمان کو تسلیم کرنے والی جماعت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا من ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ ترجمہ اس کا حسب ارشاد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دیکھو حجۃ اللہ اور مصفی یعنی جس نے رکوع پایا اس نے رکعت پالی اور یہی حنفی آپ کے یہاں بھی لئے جاتے ہیں مجمع البحار دیکھیں تاہم یہ مسئلہ تمام اہل حدیثوں کے یہاں تو نہیں ہے جو مانتے ہیں۔ مانتے ہیں وہ بھی اپنی اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی بنا پر اور جو نہیں مانتے وہ عمداً حضور کے فرمان کو رد کرتے ہوئے نہیں بلکہ مجتہد کو اپنے اجتہاد کی بنا پر حدیث کے اوپر عمل کرنے نہ کرنے کو آپ کے اصولوں نے بھی جائز ثابت کیا ہے ورنہ شافعی اور حنفی وغیرہ مورد عتاب ہونگے سوچ کر مجتہدوں پر آپ مقلد ہو کر حملہ کی فکر کریں۔ سچ ہے۔ ؎

دھن رے دھنیا اپنی دھن۔ آپ کو اپنی خبر رکھنا چاہئے۔ اب آپ اپنے قیام کی خیر منائیے اور پھر آگے قدم اٹھائیے۔ اگر کچھ حیا کا مادہ ہے تو اب اپنے نمبر (۹) کی سنئے۔ اس میں آپ نے ابو ہریرہ کی روایت واذا قرأ فانصتوا بیان کی ہے۔ انصتوا

کے صحیح اور غیر صحیح کی بحث کو ہم چھیڑنا نہیں چاہتے۔ اس لئے کہ یہ ایک علمی بحث ہے
اور شیخ صاحب تو محض متن کے تاجر ہیں انہیں اس بحث سے کیا غرض ہم اس کو آسانی
سے سمجھا دیتے ہیں حضور نے فرمایا جب پڑھے اس وقت چپ رہو ہم بھی اس کو فراخدلی
سے تسلیم کرتے ہیں۔ ہم بھی تو یہ نہیں کہتے کہ امام پڑھتا ہو اس وقت بھی تم پڑھا کرو امام
کے پڑھنے میں خلل نہیں ڈالنا چاہئے۔ سنئے آپ کے مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم تعلیق الممجد
کے صفحہ ۷۹ میں فرماتے ہیں اس حدیث کو لکھکر قلت هو لا يدل الا على عدم
جواز القراءة مع قراءة الامام في الجهرية لا على امتناع القراءة في
السرية او في الجهرية عند سكتات الامام یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث
صرف امام کی قرات کے ساتھ ساتھ جہری نماز میں پڑھنے کی ممانعت پر ہی دلالت کرتی ہے
سری نماز یا جہری میں امام کے سکتوں میں منع ہونے پر تو دلالت نہیں کرتی اپنے امام الکلام
میں ایک عمدہ بحث اس کے متعلق حوالہ قلم کی ہے وہاں دیکھ لیں صفحہ ۱۵۵ میں۔ یہ
فیصلہ فرماتے ہیں واثبات وجوب السكوت مطلقا من هذه الاحاديث
وكذا من الآية وان قال به جمع من اصحابنا عند التنازع لكنه لا يخلو
عن تكلف وتعسف۔ ان حدیثوں اور آیتوں سے مطلق خاموشی کے ثبوت پر
دلیل پکڑنا تعسف اور تکلف سے خالی نہیں۔ آپ اپنی مراقی الفلاح کو قدرے اٹھاکر
ملاحظہ فرمائیں ولیسن مقارنة احرام المقتدى لاحرام امامه عند
الامام لقوله صلى الله عليه وسلم اذا كبر فكبروا لان اذا للوقت حقيقة
یعنی امام کی تکبیر کے ساتھ ساتھ ہی مقتدی کی تکبیر بھی امام صاحب کے نزدیک ہونا چاہئے
حضور کے اذا كبر فكبروا کے ارشاد کی وجہ سے اس لئے کہ اذا حقیقت میں وقت کے لئے ہے

طحاوی کے صفحہ ۱۲۸ میں اس کی یوں تشریح کرتے ہیں فیقد یر الحدیث فکبروا
اذ من تکبیر الامام وانہا تستعمل للمقارنت ایضا کما فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
واذا قرا فانصتوا وکذا قولہ تعالیٰ واذا قری القرآن فاستمعوا لہ الآیۃ حیث
یجب الاستماع والانصات زمن القراۃ لا بعدھا یعنی اس حدیث کی
اصل یوں ہوئی کہ تم تکبیر امام کے تکبیر کہنے کے زمانہ میں کہو اور حرف فاء اتصال کے
لئے بھی مستعمل ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد واذا قرا فانصتوا اور
ارشاد باری تعالیٰ واذا قری القرآن فاستمعوا لہ الایۃ میں ہے اس لئے کہ اسمیں
سننا اور خاموشی اختیار کرنا پڑھنے ہی کے زمانہ میں ہے بعد میں نہیں۔ لیجئے بہت
شور سنتے تھے سینہ میں دل کا۔ جو چیرا تو فقط ایک قطرہ ہی خون کا نکلا۔ یہ آپ کے تمام
کامل اکمل رسالہ کا جواب ہے جو آپ کے طحطاوی صاحب نے دیا ہے۔ اب بھی تیل میں
سے مکھی نکلنے کی ہمت کریں گے۔ حضور کا ارشاد گرامی بالکل صحیح ہے اذا لم تستحی فافعل
ماشئت حضرت ابوہریرہ رض تو خود امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے قائل ہیں اب فی نفسک کو
بھول گئے پھر سے اپنے نمبروں کی خبر لیں۔ اب آگے چلئے آپ کے نمبر (۱۰) کی سنئے آپنے اس میں حضرت
جابر رض کی ایک شخص کے سورہ اعلیٰ پڑھنے اور اسے امام کی قرأت کے کافی ہونے کی بات فرمانے
کا ذکر ہے۔ دارقطنی سے آپ کا مقصد اس کے بیان سے وہی ہے جو ان کے دوسرے بھائیوں
کا ہے یعنی کہ امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور بس شیخ جی نے تو وہی اپنی دوکانداری
کی چال اختیار کی ہے مال کا عیب خریدار کو نہیں بتانا چاہئے اگر اپنے اصل دارقطنی سے یہ
حدیث نقل کی ہو تو آپ نے ترجمہ کیا امام دارقطنی الحدیث کے آخر میں بانگ دھل تحریر فرماتے
ہیں ابوالولید ھذا مجہول ولم یذکر فی ھذا الاسناد جابر غیرابی حنیفہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید راوی ہیں اور وہ مجہول ہیں اس سند میں اس شخص کے موجود ہوتے ہوئے سوائے ابو حنیفہ کے جابرؓ کا نام نہیں لیا پھر دوسری سند بیان کر کے یوں لکھتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے یعنی جابر صحابی کا نام نہیں چاہیئے۔ یہ ہیں آپ کے کارنامے زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں حضرت جابر کا نام ابو حنیفہ ہی نے لیا ہے۔ اس حدیث کو جریر اور سفیان بن عیینہ سفیان ثوری ابو الاحوص شعبہ زائدہ زہیر ابو عوانہ ابن ابی لیلیٰ قیس شریک وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے مگر ان سب ہی نے اس حدیث کو بلا ذکر نام حضرت جابر روایت کیا ہے ہاں حسن بن عمارہ ایک ہیں کہ جنہوں نے امام صاحب کی طرح حضرت جابر کا نام ذکر کیا ہے مگر وہ ضعیف یعنی وہ تو سب میں زیادہ ضعیف ہیں۔ امام بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار میں اور کتاب القرات کے صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے۔ امام صاحب کے شاگردوں میں سے عبداللہ بن المبارک نے سفین اور شعبہ اور امام صاحب اور وکیع جو کہ امام صاحب کے شاگرد سمجھے جاتے ہیں اور ابو نعیم اور یحییٰ اور عبدالرزاق و عبیداللہ عامر ابوداؤد حفری ان سب نے مرسل ہی روایت کی ہے وکیع اور عبداللہ بن المبارک اور عبدالرزاق امام صاحب کے شاگرد تصور کئے جاتے ہیں یہ ہستیاں تو کہتی ہیں کہ امام صاحب نے بھی مرسل ہی روایت کیا ہے۔ یہ ان کے تلامذہ بالاتفاق ثقہ ہیں اور جنہوں نے امام صاحب سے جابر کا نام بیان کیا ہے وہ ضعیف بلکہ انتہا درجہ کے حدیث میں ضعیف تھے انھوں نے ہی ان کا نام ان سے بیان کیا ہے۔ بتایئے کہ ثقہ کی سنیں یا پھر ان لوگوں کی سنیں انصاف سے کہئے اور حضرت جابرؓ تو خود امام کے پیچھے پڑھنے کے قائل ہیں۔ ابن ماجہ و جزء القرات سے آپکو پہلے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اب آپ نے نمبر (۱۱) کو لیجئے اور سنئے اس میں آپ نے ابو موسیٰ اشعری رضی

کی حدیث آمین کی لکھی ہے مسلم سے آپ کی غرض اس کے لکھنے سے سورہ فاتحہ پر کی ہے مگر اس میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے نہ پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں البتہ ان کی سی روایت کے بعض لفظوں میں واذا قرأ فانصتوا۔ آیا ہے جس کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

اس روایت سے یہ بات ضرور ملتی ہے کہ امام آمین نہ کہے مقتدی کہے جیسا کہ امام صاحب کا مذہب ہے مگر حنفیوں کے امام محمد اور امام یوسف کا یہ مذہب نہیں وہ اس حدیث کو اپنے لئے حجت نہیں تسلیم کرتے لہذا آپ خود اپنے صاحبین سے اس حدیث کو منوالیں موطا امام محمد اٹھا کر دیکھ لیں اس میں تو مطلق قرات کا بھی ذکر نہیں۔ اس حدیث کو سورہ فاتحہ کے پڑھنے نہ پڑھنے سے تو دور کا بھی واسطہ نہیں فضول لوگوں کا وقت ضائع کیا ہے۔ اب آپ اپنے (۱۲) کی سنئے ابن عباس کی وہ حدیث کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں آکر ملنا بیان کیا ہے ابن ماجہ مسند احمد سے ذکر کیا ہے سنئے اس حدیث کے روایت کرنے والے ابن عباس ہیں اس میں تو کوئی کلام نہیں ابن عباس حضور کی وفات کے بعد امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا بڑے زور سے فتویٰ دیتے تھے۔ دیکھئے آپ کی طحاوی شریف کے صفحہ ۱۲۱ جلد اول میں ہے۔ اقرأ خلف الامام بفاتحة الکتاب فی الظہر والعصر آپ اپنے شاگرد سے کہتے ہیں ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ کتاب القرات امام بیہقی کے صفحہ ۱۳۷ میں ہے حریث کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اقرأ خلف الامام بفاتحة الکتاب امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھ۔ امام بیہقی فرماتے ہیں ھذا اسناد صحیح لاغبار علیہ اس حدیث کی سند صحیح ہے کوئی اس پر غبار نہیں صفحہ ۴۹ میں عطار امام صاحب کے استاد سے ہے لا تدع فاتحة الکتاب جھر الامام اولم

یجہر یعنی عطا کہتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا سورہ فاتحہ مت چھوڑ خواہ امام زور سے پڑھتا ہو یا نہ اور حنفیہ کے اصول کا مسئلہ ہے کہ راوی کا اپنی مروی عنہ سے خلاف کرنا حدیث کو حجت سے گرا دیتا ہے اس لحاظ سے بھی یہ حدیث حنفیوں کے لئے قابل حجت نہیں مگر بے حیائی کا کیا علاج ہو حنفیہ کے ایک بڑے حضرت مولانا ناظر حسن دیوبندی صاحب نے الفرقان کتاب لکھی ہے اسمیں اس ایک حدیث کو سات کتابوں سے نقل کر کے سات ہی دلیلیں بتائیں حالانکہ راوی ایک حدیث ایک پھر سات دلیلیں کیسے ہوگئیں بس کسی طرح عوام میں ایک رعب کا بیٹھانا کہ ہمارے پاس اتنی دلیلیں ہیں خیر یہ حدیث طحاوی شریف میں بھی ہے اس حدیث کے سب سے پہلے مخالف آپ کے امام محمدؒ ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضورؐ نے دو کام کئے ہیں کہ بالاتفاق مسلمانوں کے کسی کو جائز نہیں (۱) قرات کا شروع کرنا جہاں سے پہلا امام پہونچا ہو (۲) (۱) کا مقتدی ہوجانا ایک ہی نماز میں امام محمدؒ فرماتے ہیں یہ باتیں آپ کے ساتھ خاص تھیں۔ پھر جی اب کہئے آپ کی درمختار میں لکھا ہے۔ خلیفہ بنانا نماز میں اسی صورت میں جائز ہے کہ امام کو مقدار فرض قرات میں حصر یعنی رکاوٹ پیدا ہو جاوے جیسے ابوبکرؓ کا یہ واقعہ ہدایہ باب الحدث فی الصلوۃ میں ہے - ولو قرأ مقدار ما تجوز بہ الصلوۃ لا یجوز بالاجماع بعدم الحاجۃ الا استخلاف یعنی اگر امام مقدار فرض قرات کر چکا ہو تو پھر اس کے بعد بالاجماع خلیفہ بنانا جائز نہیں حنفیہ کے یہاں قرات کی مقدار تین آیتیں ہیں آپ کے یہاں تو فرض کی مقدار سے کم ہی قرات تو ابوبکرؓ کی تھی پھر آپ کا اعتراض کیسا اور اگر مان لیں کہ حضورؐ کی فاتحہ پوری ہوگئی تھی تو آپ تو امام ہوئے۔ کیا امام پر فاتحہ اب منسوخ ہوگئی

اب امام کو آپ کے یہاں سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی؟ ایمانداری سے کہئے یہاں دو کا مذاری کا کام نہیں ہے سوچکر جواب دیں آپ کا یہ فرمانا صفحہ ۳۰ میں یہ ترک فاتحہ کلیتہ یا جزاً آپ نے کیوں اختیار فرمائی اور دو رکعت بلا فاتحہ کے کیسے درست ہوئی" آپ یا تو حضور اقدس ہی سے سوال کرلیں یا قیامت میں کرلینا یا اپنے فقہاسے کریئے ان سے کہئے۔ اب امام ہی نے تو سورہ فاتحہ امامت کی حالت میں چھوڑ دیا کریں اب اپنے نمبر دسواں کی سنیں۔ آپ اس میں حضرت جابرؓ کی ظہر و عصر میں قرات سے ممانعت کی حدیث فتح القدیر وغیرہ سے بیان کرتے ہیں صرف نمبر بڑھانے کی خاطر ورنہ اس کی تو آپ کو ذکر کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس کا جواب ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ حضرت حضرت جابر کا ارشاد گرامی امام کے پیچھے پڑھنے کا بھی ہم لکھ چکے ہیں تاہم جزء القراۃ امام بخاری کے صفحہ ۸ اور ابن ماجہ وغیرہ دیکھو زیادہ وضاحت معلوم کرنا ہو تو کتاب القرات امام بیہقی کے صفحہ ۶۷ کو ملاحظہ فرمالیں۔ اب آپ نمبر (۱۱) کی سنیں اس میں آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت بیان کی ہے۔ امام بیہقی کی کتاب القرات سے مگر اس میں مخالفت کا تو ذکر نہیں ہے۔ صرف کفایت کرنے کا آپ نے فرمایا ہے۔ ہم حضرت علیؓ سے پہلے طحاوی وغیرہ سے لکھ چکے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم صادر فرماتے تھے۔ آپ نے چونکہ امام بیہقی کی کتاب القرات سے روایت نقل کی ہے۔ آپ نے تو اصل سے کیا نقل کی ہوگی۔ مکھی پر مکھی ماری ہوگی تاہم خیر آپ کیا ہم اس کتاب کے حوالہ سے آپ کو بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۶۷ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت جابرؓ یہ دونوں کہتے ہیں یقرأ الامام ومن خلفہ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ یعنی امام اور مقتدی

دونوں ہی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھے اور پچھلی دو رکعت میں فقط سورہ فاتحہ دیکھ لیا شیخ صاحب اب آپ کو کیا چاہیے۔ انتھی کو دوا لکھیں اب نمبر (۱۵) کو ملاحظہ ہو۔ آپ نے اس میں بحوالہ کنز العمال حضرت ابن مسعود سے روایت بحوالہ خطیب لکھی ہے۔ جس کا آخری مضمون یہ ہے۔ اس واسطے کہ امام کی قرات اس کے لئے قرارت ہے اور امام کی نماز اس کے لئے نماز ہے۔ شیخ صاحب نے روایت تو نقل کردی مگر بے سمجھے اس میں یہ بھی تو آپ نے نقل کیا ہے کہ امام کی نماز اس کے لئے نماز ہے۔ پھر مقتدی کو اب نماز کی کیا ضرورت رہی۔ امام جی ہی پڑھ لیا کریں نہ رکوع میں دعا کریں نہ تشہد پڑھیں نہ درود وغیرہ۔ بس آپ تو اب منہ کو تالا لگا کر ریل کے ڈبے کی طرح گھسٹے ہی پھریں۔ آئندہ سے یہ سب ترک کر دینا کیوں صاحب ایسا کریں گے ؟ یا آپ کے مولویوں سے کرائیں گے ؟ پھر تو آپ بڑے ہی بہادر ہونگے میں آپ کی داد دوں گا۔ اب نمبر (۱۶) کی سنئے آپ اس میں ابن حبان کی کتاب الضعفاء کے حوالہ سے حضرت زید بن ثابت سے ایک موضوع روایت اس طرح کی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز ہی نہیں۔ شیخ صاحب نے لکھی یہ کبھی مادی ہے امام زیلعی اپنی تخریج احادیث ھدایہ کے صفحہ ۲۳۴ جلد اول میں لکھتے ہیں قال ابن حبان ھذالحدیث لا اصل لہ ابن حبان نے کہا یہ حدیث بے اصل ہے صحیح مسلم میں ان کا قول اس طرح مروی ہے۔ لا قرأۃ مع الامام یعنی امام کے ساتھ قرأت کرنا جائز نہیں۔ آپ اپنے صفحہ ۲۲ میں ملاحظہ ہو اب مطلع صاف ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القرأت کے صفحہ ۷ میں حضرت زید

والی مرفوع روایت کو غیر صحیح ثابت کیا ہے ملاحظہ فرمالیں۔ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی
نے تعلیق الممجد کے صفحہ ۸۰ میں ابن عبدالبر سے حضرت زید بن ثابت سے نقل کیا ہے
کہ وہ فرماتے ہیں من قرأ خلف الامام فصلاته تامة یعنی جو امام کے پیچھے پڑھے
اس کی نماز کامل پوری ہے یہ بھی اس حدیث کی تردید کرتی ہے اب نمبر (۱۷) کی سنئے
اپنے عینی کے حوالہ سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امام
کے پیچھے پڑھنے کی ممانعت نقل کی ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی نے امام الکلام کے
صفحہ ۱۳۲ میں اس کا اچھا خلاصہ کر دیا ہے اپنے عینی کی بات لکھکر فرمایا۔ انه یعارضه
ما ذکره فی الباب الاول ان عمر ممن اجاز القراءة خلف الامام یہ
عینی والی روایت معارض ہے اس روایت کے جس میں ہے عمرؓ جواز قراۃ خلف الامام کے
قائلین سے ہیں۔ آپ پہلے دیکھ چکے ہیں کہ طحاوی نے بھی حضرت عمرؓ سے امام کے پیچھے کا فتویٰ
بیان کیا ہے پھر موسیٰ بن عقبہ ایک چھوٹا طبقہ کا تابعی ہے۔ اس کی خلفاء سے ملاقات
ہی نہیں حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عثمانؓ تینوں سے امام رازی نے اپنی
تفسیر میں اور نیسابوری نے اپنی تفسیر میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا مذہب بیان
کیا ہے بلکہ خازن سے بھی معلوم ہوا کہ عینی کی روایت بے تکی ہے اس کا کوئی اعتبار
نہیں ورنہ طحاوی غیر معتبر آپ کو کہنا پڑے گا۔ اس کے بعد آپ ابن عمر اور جابر کو مکرر
اچھالتے ہیں صفحہ ۳۲ میں یہ آپ کی ناواقفی اور بے تعلقی تصانیف پر دال ہے
ان دونوں کے اقوال کے جوابات آپ سن چکے ہیں دیکھ چکے ہیں۔ اب آگے اپنے نمبر (۱۸)
کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ حضرت عبادہ والی روایت فجر میں ابونعیم کا خاموش ہو جانا
بیان کر کے سوال کرتے ہیں۔ اس طرح کہ جماعت میں منکروں یا منکر اصول کی تعداد

ہوگی.. لیکن کسی نے بھی حضرت عبادہ کی تائید نہیں الخ شیخ جی اسی کا نام ہے
اولٹا چور کتوال کو ڈانٹے اس کو تو آپ کے یہاں اجماع سکوتی کہتے ہیں یہ مسئلہ تو
اب اجماعی ہوگیا۔ اگر کسی میں ہمت ہوتی یا کسی کے پاس کوئی مستند دلیل ہوتی تو تمام
خاموشی کیوں اختیار کرتے برابر انکار کرتے اور کہتے کہ یہ بات تمہاری غلط ہے مگر جب
سب ہی کے نزدیک حضرت عبادہ کا یہ کہنا مانا ہوا تھا یا ان کا کہنا مدلل معلوم کرتے
ہوتے سب نے چپ اختیار کرلیا۔ یہی تو اذھبا ماتھا بھی یہی تو مفہوم ہے ان میں
سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا ثابت نہ ہونا ہی ایک اٹل بات ثابت ہوگئی۔ ایمان
داری سے خدا لگتی کہیں نیا اور نفسانیت کو ترک کردیں۔ سچ ہے ۔ ع
ہم الزام ان کو دیتے تھے۔ قصور اپنا نکل آیا۔ شیخ صاحب اپنے جن صحابہ تابعین
کا نام ادھنا لاہے وہ تو امام کے پیچھے پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ آپ پہلے دیکھ
چکے ہیں۔ کچھ تو حیا کو نزدیک آنے دیں۔ اب آگے اپنے نمبر (۱۹) کو ملاحظہ ہو آپ نے
عینی کے حوالے سے اسّی صحابہ سے امام کے پیچھے قرات کی ممانعت نقل کی ہے۔ مولانا
عبدالحی لکھنوی نے امام الکلام کے صفحہ ۱۹۱ میں کہ فلیس بمستند بسند مع
ان السند موقوف مجروح عند المحدثین مع ان الثابت عن کثیر منہم
خلاف ذالک یہ بات کسی معتبر سند سے ثابت نہیں مع ہذا اس کا نقل کرنے
والا سند موقوف محدثین کے نزدیک مجروح ہے بلکہ ان صحابہ میں سے اکثر سے
اس کے خلاف ثابت ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور فرماتے ہیں صفحہ ۱۸۹ میں
کہ وما ذکرہ السرخسی ومن تبعہ ان فساد الصلوۃ مذہب عدۃ
من الصحابۃ یقال لہ ای صحابی قال بہذا اوای مخرج خرج ھذا اوای

راوی هذا و مجرد نسبته الیهم ما نشاهم من دون سند متسلسل محکم بروایة مما لا یعتد به اور وہ جو سرخسی اور اس کے پیروکاروں نے بیان کیا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے سے نماز فاسد ہونا کئی صحابہ کے مذہب سے ہے اس سے کہا جاوے کہ وہ کون سا صحابی ہے کہ جس نے یہ کہا ہے کون سا محدث ہے کہ جنے اس کو روایت کیا ہے۔ کون سا راوی ہے کہ جس نے اس روایت کو روایت کیا ہے مجرد ان کی طرف سے نسبت کر دینے بلا شبہ معتمد قابل اعتماد نہیں۔ صفحہ ۱۶۱ میں لکھتے ہیں والحاصل ان کثیرا مما ذکر الفقهاء من دون مستند کقول شمس الائمة السرخسی یعنی بہت سے باتیں ایسی ہیں کہ اس کو فقہا نے بلا دلیل ذکر کیا ہے جس طرح شمس الائمہ سرخسی نے بیان کیا کہ نماز کا فاسد ہونا کئی صحابہ کے مذہب سے مروی ہے اور عینی کا کہنا کہ منع اسی صحابہ سے مروی ہے اور ائمہ کے اقوال اگرچہ ان کو بڑے بڑے فقہاؤں نے نقل کئے ہیں لیکن اکثر ان میں محدث نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے معتبر سندوں سے روایت کیا کہ جس کا دین میں اعتبار ہو اور نہ ہی کسی حدیث معتبر کی طرف نسبت کیا کہ دل کو تسلی بھی ہو دینی امور میں شیخ صاحب یہ ہے حقیقت ہم حضرت عمر اور عبداللہ بن زبیر اور دیگر صحابہ علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ سے پڑھنا بیان کر چکے ہیں جو صریح ان روایتوں کے بے اصل اور من گھڑت ہونے کو واضح کرتے ہیں۔ طحاوی کا نام صفحہ ۳۲ میں آپ نے فضول لیا وہ بیچارے ایسی باتوں سے بری ہیں یہ آپ جیسوں کی حرکت ہے آپنے نمبر (۲۰) میں بھی وہی بات دہرائی ہے۔ سبذمونی والی روایت کہ جس کا ہم جواب اوپر لکھ آئے ہیں۔ سبذمونی کا نام عبداللہ بن محمد بن یعقوب فقیہ حارثی سبذمونی ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے یہ متہم بالوضع ہے حدیثیں بناتا تھا۔ مولانا عبدالحی

لکھنوی نے غیث الغمام کے صفحہ ۱۶۱ میں پوری جرحیں نقل کی ہیں۔ شیخ صاحب آپ تو محمد بن اسحق کی تدلیس کو روتے تھے۔ یہاں حدیثیں کے بنانے والے سے آپ کی طبیعت نے کیسے گوارا کیا ہوگا۔ حدیث بیان کرنا صحیح ہے حیک الشیٔ یعمی ویصم۔ دوسروں کی آنکھ کا معمولی تنکا تو نظر آتا ہے مگر اپنی آنکھوں کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا۔ یہاں تو بڑے بڑے کالے اونٹ بھی ہضم اور بے چارے غریبوں کو ایک معمولی حلال لقمہ بھی ہضم نہیں کرنے دینا ناپسند کرکے شیخ صاحب یہ سب بناوٹی جھوٹ بہیوں کی باتیں ہیں۔ اگر کچھ غیرت کا مادہ ہے تو چلیئے اس کی سند لائیے اور اپنی بہادری بتائیے۔ اب آپ کے نمبر (۲۱) کو ملاحظہ ہو اس میں حضرت عمرؓ سے موطا کے حوالے سے روایت نقل کی ہے اس میں محمد بن عجلان مدلس اور سیئ الحفظ راوی عن کے ساتھ روایت کرتا ہے۔ شیخ جی آپ اپنے رسالہ کے صفحہ ۶ کو پھر غور سے دیکھ لیں اور حضرت عمرؓ عن مروی الاجازۃ فی روایۃ الطحاوی ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو جواز کے قائل ہیں اسی طرح مولانا عبدالحی نے امام الکلام کے صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے ہم آپ کو حضرت عمرؓ کا مسلک طحاوی وغیرہ سے صحیح سند سے بیان کر چکے ہیں۔ اس کا ان سندوں سے مقابلہ بھی کرکے دیکھو اور پھر خدا لگتی ایمانداری سے دوکانداری چھوڑ کر کہیں اب آپ نمبر (۲۲) کو ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں اپنے حضرت زید بن ثابت کا قول نقل کیا ہے مسلم کے ساتھ شیخ جی اس میں تو صاف ہے " امام کے ساتھ قرأت نہیں "۔ ہم کب کہتے ہیں کہ امام کے ساتھ ساتھ ہی کرنا چاہیئے۔ یہ تو آپ انھیں کہئے جو اس کو کہے اور حضرت زید بن ثابت تو امام کے پیچھے قرأت کے قائلین میں سے ہیں۔ جس کا ہم آپ کو پہلے پتہ بتا چکے ہیں

اور سنیں بقول سو سنار کی ایک لوہار کی حنفیہ کے مایہ ناز ابن الہمام شارح ہدایہ
کتاب الجنائز میں فرماتے ہیں۔ قول الصحابۃ و فعلہ حجۃ مالم یسبقہ السنۃ
صحابہ کرام کے اقوال و افعال حجت اس وقت ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا فرمان اس بارے میں موجود نہ ہو اور یہاں صریح ارشاد نبوی حسب اقرار
احناف موجود ہے۔ پھر اس قسم کے بے تکے اقوالوں کو پیش کرنا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا
یا بے حیائی کا ثمرہ اور بس آپ کے نمبروں کا معاملہ بھی بحمد اللہ پورا ہو چکا۔ اب آپ
کے چند چٹخاروں کیطرف عنان قلم کو متوجہ کرتا ہوں سنئے آپ صفحہ ۳۵ میں لکھتے
ہیں"۔ تمام صحابہ کی تعداد سینکڑوں ہے جو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے
تھے"۔ شیخ جی یہ تو ہی آپ کی مایانی پر اور کوڑے کچرے کی بنیاد اور روئیدگی
ہے۔ ما لھا من قرار آپ سیکڑوں کو چھوڑ پانچ دس ہی سے سورہ فاتحہ کا بالخصوص
نہ پڑھنا ہی ثابت کر دیتے پھر سوال اٹھاتے بے ثبوت لاتیں مارنا آپ نے کس سے
سیکھا ہے۔ اسی طرح صفحہ ۳۶ میں آپ کا لکھنا تو ایسی اہم چیز پر جس میں سینکڑوں
صحابہ مبتلا ہوں، اب پہلے دو چار ہی سے ثابت کر دیتے کہ فلاں فلاں نے سورہ
فاتحہ پڑھنے کو منع کیا ہے پھر آپ کہتے تو اچھا معلوم ہوتا آپ صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں
اگر فاتحہ فرض یا واجب ہوتی تو معاذ اللہ باری تعالیٰ خاموش نہ رہتا۔ شیخ جی اس
میں اول تو سورہ فاتحہ کا نام نہیں اللہ میاں کہاں چپ ہے اللہ میاں تو فرماتے ہیں
فاقرءوا ما تیسر من القرآن قرآن سے جو آسان ہو وہ پڑھو چپ مت رہو یہ آیت
تو مدنی ہے۔ بالاتفاق اور پھر صحیح سندوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاصکر
امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا ارشاد موجود ہے کسی ایک حدیث میں یہ نہیں

آیا کہ تم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ مت پڑھو دیکھیے مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی تعلیق الممجد کے صفحہ ۹۵ میں لکھتے ہیں۔ لم یرد فی حدیث مرفوع صحیح النھی عن قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام وکل ما ذکروہ مرفوعًا اما لا اصل لہ و اما لا یصح۔ کسی حدیث مرفوع میں یہ نہیں آیا کہ تم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ مت پڑھو جو کچھ بھی ان لوگوں نے مرفوع بیان کیا ہے یا تو وہ بے اصل ہے یا صحیح ہی نہیں۔ مولانا موصوف۔ غیث الغمام کے صفحہ ۱۵۶ میں فرماتے ہیں۔ لم یرد فی روایۃ قط لا تقرؤ الفاتحۃ خلف الامام ونحوہ او نھی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام۔ کسی روایت میں کبھی یہ نہیں آیا کہ تم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ مت پڑھو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اسی صفحہ میں ہے لیس فیھا حدیث یدل صراحۃ علی النھی عن قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام کما ان فی الجانب المقابل یوجد حدیث دال علی قراءۃ المقتدی الفاتحۃ خلف الامام کحدیث لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب۔

ہمارے مذہبی علماء کی دلیلوں میں کوئی ایسی حدیث ان کے پاس نہیں ہے جو مقتدی کے سورہ فاتحہ کے منع کرنے پر دلالت کرے جیسا کہ ہمارے مخالف پارٹی کے پاس صریح دلیل مقتدی کے سورہ فاتحہ پڑھنے کی ہے جیسے حدیث مت کرو تم مگر سورہ فاتحہ بتیغ جی بہر صورت حدیث قرآن کی اصل تفسیر اور وضاحت ہے۔ آپ غلطی میں ہیں کہ پارٹی ثنائیہ کیوں خاموش ہے۔ سو نسخ کا کیا تصور ہے۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم آپ صفحہ ۳۶ میں پڑھیے تپاک۔

سے لکھتے ہیں۔ اہل حدیثو۔ تم اپنے اور احناف کے ثبوت اور دلائل کا موازنہ کرو مگر انصاف پیش نظر ہے۔ یہی کام اب آپ کریں۔ اور ایمانداری سے کریں۔ آپ کو حقیقت طریقہ اہل حدیث کی آفتاب کی طرح روشن نظر آئے گی۔ آپ صفحہ ۳۷ میں فردوہ الی اللہ والرسول فرماتے ہیں بالکل صحیح ہے۔ خدا اور نبی کے حکم صاف اور صریح کیطرف ہی پھیرنا چاہیئے۔ مگر شیخ جی آپ تو صریح فرمان نبوی کی طرف نہیں پھیرتے۔ بلکہ اقوالوں کی طرف وہ بھی صریح اور صحیح نہیں۔ ایمان سے کہیئے۔ مثل ہے چھلنی لوٹے کا عیب نکالتی ہے۔ کیا آپ کو خدا کا فیصلہ منظور نہیں۔ فاقرءوا ما تیسر من القرآن نماز میں قرآن برابر پڑھو۔ اور حدیثوں سے اس کی تشریح۔ تفصیل۔ توضیح فرمادی کسی کے کہنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے

ہوتے ہوئے قول رسول۔ آگے آپ کہیئے اپنی مشارق الانوار اردو کو دیکھ لیں ش۔ خداوند کریم صراط مستقیم پر قائم دائم رکھے۔ ہمارا تو مرنا اور جینا بھی اسی وحدہٗ لاشریک کے لئے ہی ہے۔ کسی کا ہو لے کوئی۔ ہم تو اسی اکیلے وحدہٗ لاشریک کے ہو کر رہیں گے۔ ہمارا غیض وغضب، دوستی و آشتی محض اسی کی ذات پاک کے لئے ہے۔ ہمیں کوئی ترا کہے یا بھلا کہے کسی سے سروکار نہیں۔ ہمارا مدافعت عن اللہ وعن الرسول عین ایمان ہے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ناجائز حملے کرنے والوں کی سرکوبی کے لئے بفضلہ وکرمہ ومنہ تعالیٰ ہر حال قرآن میں موجود ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ وانا الراجی رحمت ربہ ابو سعید الکبیرا

محمد عبد الجلیل السامرودی کان اللہ لہ

مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۳ء واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

وصلے اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ وسلم اجمعین

الیٰ یوم الدین